ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

14

یکم تا 7 جمادی الاولیٰ 1432ھ / 5 تا 11 اپریل 2011ء

اسلامی قانون کی اکتسابی تحدید

انسان کلیۃً آزاد نہیں۔ وہ کائنات کے حاکم اعلیٰ کے ماتحت ہے۔ اس کے ہاتھ میں جس قدر معاشی اور غیر معاشی نعمتیں ہیں وہ اسی حاکم اعلیٰ کی امانت ہے اور اسی کے حکم کے تحت حاصل کی جائیں گی اور اسی کے حکم کے تحت صرف ہوں گی۔ اس لیے اس نے اکتسابِ مال پر پابندی لگائی ہے تاکہ سرمایہ دارانہ مفاسد پیدا نہ ہوں۔ وہ یہ ہے کہ مال حلال ذریعہ سے حاصل کیا جائے نہ کہ حرام ذریعہ سے، تاکہ سرمایہ دارانہ طغیان اور سرکشی پیدا نہ ہو۔ اس لیے اس نے ﴿وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَـكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ (البقرۃ:188) یعنی ”تم ایک دوسرے کا مال ناحق مت کھاؤ“ کہہ کر باطل کمائی کے تمام دروازے بند کیے، خواہ استعمار ہو، استحصال بالجبر ہو، رشوت وسود ہو، ظلم، خیانت، چوری ہو۔

یہ قانونِ اسلامی کی اکتسابی تحدید ہے۔ مجموعۂ دولت چونکہ مجموعہ افرادِ انسانی کا ذریعہ معاش ہے، لہٰذا اگر ایک انسانی طبقہ ناجائز ذرائع سے مال بڑھائے گا تو دوسرے طبقے میں اسی تناسب سے مال کی کمی پیدا ہوگی۔ کیونکہ ناجائز ذرائع کا استعمال دو انسانوں کے درمیان ہے، انسان اور غیر انسان کے درمیان نہیں۔ جب ایک طبقہ کے پاس ناجائز دروازے سے مال آئے گا تو جس انسان کے ساتھ اس نے ناجائز معاملہ کیا، اس کے پاس مال کی کمی پیدا ہوگی اور توازنِ معاشی بگڑ جائے گا۔

سرمایہ دارانہ واشتراکی نظام کا
اسلامی معاشی نظام سے موازنہ

علامہ شمس الحق افغانیؒ

اس شمارے میں

ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ

قرآن کی بے حرمتی: پس چہ باید کرد؟

سیرت خیر الانامؐ کانفرنس

ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی قرآنی، دینی اور ملی خدمات کے موضوع پر منعقدہ سیمینار کی رپورٹ

نبی اکرم ﷺ کی بعثت عمومی اور اسلام کا عالمی غلبہ

اے اہل کلیسا! تم اس کتاب کو جلاتے ہو!

سب دعائیں بے اثر......

تنظیم اسلامی کی دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

الہدیٰ (458)

سورۃ التوبہ

(آیات:107)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًاۢ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ۝

''اور (ان میں ایسے بھی ہیں) جنہوں نے اس غرض سے مسجد بنائی ہے کہ ضرر پہنچائیں اور کفر کریں اور مومنوں میں تفرقہ ڈالیں۔ اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے پہلے جنگ کر چکے ہیں ان کے گھات کی جگہ بنائیں۔ اور یہ قسمیں کھائیں گے کہ ہمارا مقصود تو صرف بھلائی تھی مگر اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں۔''

جن لوگوں جنہوں نے مدینہ میں مسجد ضرار بنائی اس سے اُن کا مقصد اہل ایمان میں تفریق پیدا کرنا اور اُن لوگوں کو گھات فراہم کرنا تھا جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کر رہے تھے۔ یہ مسجد ضرار منافقین نے مدینے کے اندر مسجد قبا کے قریب ہی کے علاقے میں بنائی تھی۔ یہ ایک سازش تھی جس کا سرغنہ خزرج کا ایک شخص ابو عامر تھا جو عیسائی ہو گیا تھا جیسا کہ ورقہ بن نوفل جو قریشی تھا کہ فطرت سلیمہ اور عقل سلیم رکھتا تھا، اُس نے بھی بت پرستی چھوڑ کر عیسائیت اختیار کر لی تھی۔ وہ اتنا بڑا عالم تھا کہ توریت عبرانی زبان میں لکھا کرتا تھا۔ اسی کی متوازی شخصیت ابو عامر خزرجی کی تھی۔ لیکن ابو عامر کا معاملہ برعکس ہوا۔ کیونکہ ورقہ بن نوفل نے تو آپؐ کی تصدیق کی تھی۔ جب حضرت خدیجہ ؓ آپؐ کو لے کر اُن کے پاس گئی تھیں، انہوں نے بتایا تھا کہ یہ وہی ناموس ہے جو حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ ؑ پر آیا تھا۔ اور اللہ کرے میں اس وقت تک زندہ رہوں جب آپؐ کی قوم آپؐ کو یہاں سے نکال دے گی۔ یہ سن کر حضور ﷺ حیران ہوئے اور فرمایا، کیا یہ لوگ مجھے یہاں سے نکال دیں گے؟ انہوں نے کہا، ہاں ایسا ہی ہو گا۔ کیونکہ جس نے بھی اللہ کا پیغام پہنچایا، اس کی قوم نے اُس کے ساتھ دشمنی کا رویہ اختیار کیا۔ مگر ابو عامر کا رویہ اس کے برعکس تھا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کا بدترین دشمن ہو گیا۔ جب کفار کو بدر کے میدان میں شکست ہوئی تو مکے میں جا کر آباد ہو گیا اور وہاں سازش کرتا رہا۔ ابو سفیان جو فوج لے کر میدان احد میں آیا، اس میں بھی ابو عامر کی سازش شامل تھی۔ میدان احد میں جب دونوں لشکر آمنے سامنے آئے تو اس نے باہر نکل کر دامن اُحد میں تقریر کی اور انصار مدینہ کو رسول اللہ ﷺ سے برگشتہ کرنے کی کوشش کی۔ اگرچہ وہ اپنی قوم میں نیک آدمی سمجھا جاتا تھا، عالم، زاہد اور راہب تھا مگر انصار مدینہ پر اُسی کی شاطرانہ تقریر مؤثر ثابت نہ ہوئی اور وہ اپنے ارادے میں ناکام رہا۔ جنگ حنین کے بعد وہ تھک ہار گیا۔ جب اسے معلوم ہو گیا کہ جزیرہ نمائے عرب میں اب میرے لیے کوئی جگہ نہیں تو شام چلا گیا۔ وہاں سے اس کا مسلسل رابطہ مدینہ کے منافقین کے ساتھ رہا اور اس نے اُن کو حکم دیا کہ مدینہ سے ذرا باہر ایک مسجد بناؤ، تاکہ ہمارے سازشی عناصر وہاں جمع ہو سکیں۔ ہم جمع ہوں گے تو کسی کو شک بھی نہیں گزرے گا کہ یہ تو مسجد ہے، یہاں لوگ نماز پڑھنے کے لیے جمع ہوتے ہیں۔ پھر یہ مدینہ سے ذرا باہر ہو گی تو اس کی خبریں بھی لوگوں کو عام طور پر نہیں ملیں گی۔ مجھے کوئی پیغام بھیجنا ہو گا تو وہاں پہنچا دوں گا۔ نام اس کا مسجد رکھا گیا، اصل میں وہ فتنے کا ایک مرکز تھا جو تعمیر کیا گیا۔ منافقین کی تعمیر کردہ اس مسجد کے مقاصد یہ تھے کہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے اور کفر کو تقویت دینے اور اہل ایمان میں تفریق پیدا کرنے کی سازشیں اور منصوبے یہاں بیٹھ کر تیار کیے جائیں اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمن ہیں انہیں ایک جائے پناہ اور گھات مل جائے۔ منافق وہاں مسافروں کے روپ میں ٹھہر سکیں گے اور کوئی ان سے تعرض نہ کرے گا۔

اور عنقریب وہ قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ نہیں نہیں، حضورؐ اس مسجد کی تعمیر میں کوئی بُری نیت نہ تھی اور نہ ہم نے کوئی برا ارادہ کیا تھا، بلکہ ہم نے یہ کام نیکی کے ارادہ سے کیا تھا۔ دوسری مسجدیں دور پڑتی تھیں، ہماری کچھ نمازیں جماعت سے رہ جاتی تھیں، ہم نے چاہا کہ ایک اور مسجد بنا لیں، تاکہ ہم تمام نمازیں جماعت کے ساتھ ادا کر سکیں۔ مگر اللہ اصل صورت حال سے واقف ہے اور وہ گواہی دیتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

آگ کا حملہ

عَنْ سَمُرَةَ ؓ قَالَتْ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((اِنَّ مِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ النَّارُ اِلٰى رُكْبَتَيْهِ وَ مِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ النَّارُ اِلٰى حُجْزَتِهٖ وَمِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ النَّارُ اِلٰى تَرْقُوَتِهٖ)) (مسند احمد)

حضرت سمرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(دوزخ کی) آگ (قیامت کے دن) بعض لوگوں کے ٹخنے پکڑ لے گی۔ اور کچھ لوگ ایسے ہوں گے جن کے گھٹنوں تک پہنچ جائے گی۔ بعض بدنصیبوں کی کمر بھی اس کے شعلوں کی لپیٹ میں آ جائے گی اور بعض لوگ ہنسلی تک آگ میں غرق ہوں گے''۔

تا خلافت کی بنا، دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ
لاہور

ندائے خلافت

یکم تا 7 جمادی الاولیٰ 1432ھ — جلد 20
5 تا 11 اپریل 2011ء — شمارہ 14

بانی: اقتدار احمد مرحوم

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت

ایوب بیگ مرزا — محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد، **طابع**: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان

انڈیا-------------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)

ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ

کھیل کسی زمانے میں محض کھیل تھا۔ اپنے جسم کو چاک و چوبند رکھنے کے لیے، اپنے فارغ وقت کے صحت منداستعمال کے لیے اور مسابقت کے جذبہ کو دوستی کے ماحول میں پروان چڑھانے کے لیے۔ نشانہ بازی، تیراندازی اور گھڑ دوڑ جیسے کھیل اور شکار جیسے شغل عربوں میں بڑے مقبول تھے۔ میلے ٹھیلوں میں بھی یہ کھیل اور اس نوع کے دوسرے کھیل کھیلے جاتے تھے۔ علاقائی تہوار بھی اس طرز کے کھیل کود سے منائے جاتے تھے۔ ہندوستان میں گتکا، چھپن چھپائی اور کبڈی کا کھیل بہت پسند کیا جاتا تھا۔ لیکن پہلوانی ہندوستان کا قومی سطح کا اور سب سے پسندیدہ کھیل تھا۔ ہندوستان کی اکثر ریاستوں کے راجے اور مہاراجے سرکاری سطح پر پہلوان پالتے تھے۔ یہ اُس زمانے میں بھی بہت مہنگا کھیل تھا۔ اس کی یونیفارم تو محض ایک لنگوٹ ہوتی تھی جو بڑی سستی شے تھی، لیکن ایک پہلوان کی محض خوراک ہی اتنی زیادہ اور قیمتی ہوتی تھی کہ نجی سطح پر پہلوانی کا شوق خاصا دشوار تھا۔ ہندوستان میں ایسے مایہ ناز پہلوان گزرے ہیں اور اُنہوں نے جسمانی طاقت کے ایسے ایسے مظاہرے کیے کہ دیکھتی آنکھوں اور سنتے کانوں کے لیے بھی یقین کرنا مشکل ہوتا تھا۔ ایک پہلوان کے بارے میں مشہور ہے کہ جب راجہ اپنے ہاتھی پر سواری کرتا ہوا محل پہنچتا تو وہ ہاتھی کی دُم کو اتنی قوت سے اپنی گرفت میں لے لیتا کہ ہاتھی محل سے آگے ایک قدم نہ بڑھا سکتا۔ راجہ کے محل کو آگ لگ گئی۔ باہر نکلنے کا راستہ مسدود ہو گیا۔ راجہ کے اکھاڑے کے بوٹا نامی پہلوان نے ایک کھڑکی کی لوہے کی سلاخیں ہاتھوں سے اُکھاڑ دیں اور راجہ کے خاندان کی جان بچائی۔ ہندوستان کے ایک رمزی نامی پہلوان اتنے جسیم اور وزنی تھے کہ گھوڑے پر سوار نہیں ہو سکتے تھے، کیونکہ گھوڑے کی کمر ٹوٹ جاتی تھی۔ پہلوان اکثر بڑے نیک لوگ ہوتے تھے لیکن اس شوق کی گرانی اور پیسے کی مداخلت نے بہرحال بددیانتی کا راستہ کھولا اور نُورا کُشتی کا تصور دیا۔ انگریز جب ہندوستان میں آیا تو یہاں گلی ڈنڈے کا کھیل بہت پاپولر تھا۔ انگریز نے کرکٹ کو ہندوستان میں متعارف کرایا۔ ہماری رائے میں ہندوستان میں کرکٹ کی بہت جلد اور انتہائی زیادہ مقبولیت کی وجہ یہ نہ تھی کہ وہ اُس کے حکمرانوں اور آقا کا کھیل تھا بلکہ اس کی مقبولیت کی اصل وجہ گُلی ڈنڈے کے کھیل سے مشابہت تھی۔ وگرنہ گوروں کا اصل قومی کھیل تو فٹ بال تھا اور آج بھی ہے جو ہندوستان میں مقبولیت حاصل نہ کر سکا۔ کرکٹ بھی شروع شروع میں جسمانی قوت اور زور آوری کا کھیل تھا۔ لہٰذا پہلوانی اور گُلی ڈنڈا دونوں ہندوستان میں کرکٹ میں ضم ہو کر رہ گئے۔ سائنسی ترقی کے دور میں جب جسمانی قوت کو ذہنی مہارت نے بُری طرح پچھاڑ دیا تو کھیل میں بھی جسمانی قوت پر ذہانت، چالاکی بلکہ عیاری کو فوقیت حاصل ہو گئی۔ اور یہ سب کچھ تکنیک، حکمتِ عملی اور اسٹریٹجی کے ناموں سے کھیل میں در آیا۔

انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے آغاز میں عالمی سامراج نے جب یہ محسوس کیا کہ پھیلتی ہوئی دنیا پر عسکری قبضہ اور سیاسی سطح پر مکمل فزیکل موجودگی اب ممکن نہیں رہے گی، سرمایہ اور وسائل اگرچہ آغاز ہی سے قوت اور اقتدار کو سپورٹ فراہم کرتے تھے، لیکن اب عالمی سامراج نے دنیا پر بالواسطہ حکومت کرنے کے لیے معاشی ہتھیار کو ذریعہ بنایا۔ چنانچہ سرمایہ دارانہ نظام دنیا پر مسلط کیا گیا، جس میں سود اور سود در سود کو کلیدی حیثیت حاصل ہو گئی جو ارتکازِ دولت کے عمل کو تیز تر کرتا ہے۔ جس کا نتیجہ نجی اور ریاستی دونوں سطحوں پر امارت اور غربت کے فصل کے بڑھنے کی صورت میں نکلتا ہے۔ یعنی غریب ریاستیں غریب تر اور امیر، امیر تر ہو جاتی ہیں۔ گلوبلائزیشن کا تصور دے کر عالمی سطح پر من مانے قانون اور ضابطے وضع کیے گئے اور کھیل کو بھی نہ بخشا گیا، لہٰذا فیفا (FIFA) اور آئی سی سی (ICC) جیسے ادارے قائم کیے گئے اور کھیلوں پر ریاستی اختیار کو ختم کر کے عالمی قوانین کو

رائج کیا گیا۔ میڈیا پر قبضہ کیا گیا اور اُس سے ایسے طوفان اُٹھانے شروع کیے کہ سیاسی ہی نہیں عسکری قوتیں بھی اس کے آگے ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہوئیں اور میڈیا کو بادشاہ گر کی حیثیت حاصل ہوگئی۔ عالمی میڈیا یا قبضہ گروپ کا کمال یہ ہے کہ وہ رائی کا پہاڑ تو بناتے ہیں، عدم کو وجود شاذ کے درجہ میں ہی دیتے ہیں، اس لیے کہ یہ عمل مشکل بھی ہے اور میڈیا کی کریڈیبلٹی کو متاثر بھی کرسکتا ہے۔ کریڈیبلٹی برقرار رکھنے کا اس قدر اہتمام کیا جاتا ہے کہ بعض اوقات اپنی پھیلائی ہوئی جھوٹی خبر کی خود ہی تردید کردی جاتی ہیے۔ البتہ ایسا اُس جھوٹی خبر سے نفسیاتی، سیاسی یا عسکری فائدہ حاصل کرلینے کے بعد کیا جاتا ہے۔

پاکستان اور بھارت دونوں ممالک میں کرکٹ کا شوق ہے، یہ ایک حقیقت ہے۔ جسے تسلیم کرنا ہوگا لیکن اسے جنون اور دیوانگی کا رنگ میڈیا نے دیا۔ اس کی ناکامی اور کامیابی کو سیاسی حیثیت دی گئی۔ نائن الیون کے بعد پاکستان کی معیشت کو تباہ کرنا، اس کے امیج کو عالمی سطح پر خراب کرنا، ہر محاذ پر اس کو شکست دینا عالمی قبضہ گروپ کی ضرورت تھی۔ کرکٹ ایک ایسا کھیل تھا کہ 1992 میں جس میں پاکستان عالمی سطح پر ایک فاتح کی حیثیت سے ابھرا تھا۔ موجودہ عالمی سیاسی حالات اور عسکری تقاضوں کی بنا پر اس قبضہ گروپ کے لیے یہ ناقابل قبول تھا کہ پاکستان اب کسی بھی میدان میں عالمی فاتح کے طور پر نظر آئے۔ لہٰذا سب سے پہلے یہ کام کیا گیا کہ پاکستان کا دورہ کرنے والی سری لنکا کی کرکٹ ٹیم پر حملہ کرواکر پاکستان کی سرزمین کو عالمی کرکٹ کے لیے غیر محفوظ ثابت کیا گیا۔ یہ داؤ کھیل کر پاکستان کرکٹ ٹیم کو ہوم گراؤنڈ، موافق فضا اور آشنا پچوں سے محروم کردیا گیا۔ پھر بھی تسلی نہ ہوئی تو انگلینڈ کے ایک بدنام زمانہ اخبار کی خبر کو ذریعہ بنا کر پاکستان کے ایسے تین اہم کھلاڑیوں پر سپاٹ فکسنگ کا الزام لگایا اور انہیں ورلڈ کپ سے باہر کردیا۔ ان میں محمد عامر نامی ایک ایسا کھلاڑی بھی تھا جس کے بارے میں عالمی سطح پر یہ چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں کہ وہ اکیلا پاکستان کو عالمی چیمپئن کی حیثیت دلوانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ فرض کریں کہ یہ الزام سچے تھے اور پاکستان کھلاڑی ملزم ہی نہیں مجرم بھی تھے تو بھارت کا وہ سریش رائنا بھی تو سپاٹ فکسنگ کا مجرم ثابت ہوا تھا جس نے حالیہ سیمی فائنل میں پاکستان کو ہرانے میں کلیدی رول ادا کیا ہے۔ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ہماری ہار میں پاکستان کے کھلاڑیوں کی کمی کوتاہیوں کا دخل نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ عالمی قبضہ گروپ کے کھلاڑیوں نے پاکستان کے خلاف تمام حربے اختیار کیے، جن کا داخلی انتشار، اقربا پروری اور کرپشن میں ڈوبے ہوئے ملک کے نمائندہ کھلاڑی مقابلہ نہ کرسکے۔ ہم تو اپنے ان کھلاڑیوں کی ہمت کی داد دیتے ہیں جو دشمنوں کے حربوں اور اپنوں کی بے حسی اور نااہلی کے باوجود سیمی فائنل تک پہنچے۔

قارئین کرام! اب تک ہم نے اپنے قلم کی سیاہی سے کاغذ کے سفید سینے کو جتنا سیاہ کیا ہے، اُس کی حیثیت تمہید کی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے قارئین سمجھیں کہ دشمن ہر محاذ پر، ہر میدان میں ہمیں شکست دینا چاہتا ہے۔ یوں تو اُسے ساری مسلم دنیا ہی ایک آنکھ نہیں بھاتی، لیکن ایٹمی پاکستان اب اُس کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ وہ کسی صورت اُس کو برداشت کرنے کو تیار نہیں۔ دشمن نے پہلے پاکستان کی کرکٹ ٹیم کے ہارنے کے لیے میدان ہموار کیا، پھر میڈیا کے ذریعے اس میچ کو اتنی زیادہ hike دی کہ ہم اس میچ کے فیصلے کے دن کو ’’یوم التغابن‘‘ بنالیں اور وہ اس میں کامیاب ہوا۔ وہ شکست اور ہار کو ہماری رگ و پے میں اتار دینا چاہتا ہے۔ ہماری رائے میں ڈرون حملوں کا مقصد بھی یہ ہے کہ عوام اپنی اور اپنے حکمرانوں کی بے بسی کو ایک حقیقت کے طور پر تسلیم کرلیں، ہماری سوچ اور ہماری ذہنیت ہی شکست خوردہ ہوجائے۔ ہم لیبیا کی طرح اپنے ایٹمی اثاثہ جات طشتری میں رکھ کر پیش کرنے میں ہی اپنی عافیت سمجھیں، تاکہ وہ ہمارا حال بھی لیبیا جیسا کرسکے۔ سچ پوچھیے تو وہ اس حوالہ سے بھی کافی حد تک کامیاب ہوچکا ہے۔ معاشی طور پر دیوالیہ ہونا، سیاسی عدم استحکام اور امن وامان کا ختم ہوجانا ہمیں محتاجی اور غلامی کی اس سطح پر لے جاسکتا ہے کہ کوئی اگلا نامعقول حکمران ’’سب سے پہلے زندہ رہنا‘‘ کا فلسفہ بگار کر ایٹمی چھتری سے بھی ہاتھ دھو لینے کو تیار ہوجائے۔ سوویت یونین پاکستان سے کہیں بڑی ایٹمی قوت تھی، لیکن اپنے بنیادی نظریے (کمیونزم) سے منحرف ہونے سے وہ شکست و ریخت سے دوچار ہوگیا۔ اگر ہم نے بھی اپنے نظریہ سے انحراف جاری رکھا تو اس انحراف کی وجہ سے جو ہماری ملکی و قومی گاڑی کھائی میں گرتی جارہی ہے، کہیں بھی سنبھل نہیں سکے گی۔ سوویت یونین نے اپنے عوام سے محض دنیوی سطح پر انحراف کیا تھا وہ دنیوی طور پر ٹوٹ پھوٹ گیا۔ ہم نے اللہ اور اللہ کی مخلوق دونوں سے وعدہ کیا تھا۔ ہمارا انحراف ہمیں دنیوی اور اُخروی ٹوٹ پھوٹ کا شکار کردے گا۔ ہم فردی سطح پر حقیقی مسلمان نہ بنے، نتیجتاً اجتماعی سطح پر پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست نہ بنا سکے۔ لہٰذا ہم ذاتی سطح پر پریشانیوں کے عذاب میں گھرے ہوئے ہیں اور اجتماعی سطح پر ہمارا جہاز ایسے سونامی کی لپیٹ میں آچکا ہے کہ بچ نکلنے کا راستہ ہی نظر نہیں آتا۔ ملکی حالات کے حوالہ سے ہم سمجھتے ہیں کہ پانی گردن اور ٹھوڑی تک پہنچ چکا ہے، لیکن سر سے نہیں گزرا اور ہمارا جہاز ابھی سمندر کی تہہ سے نہیں لگا۔ لہٰذا ابھی وقت ہے، ابھی مہلت ختم نہیں ہوئی۔ قرآن سے چمٹ کر سنت رسول ﷺ کو اپنا امام بنا کر ہماری کشتی اب بھی ساحلِ مراد سے ہم کنار ہوسکتی ہے۔ آیئے، حقیقی مسلمان بن کر ایسی قوت بنیں کہ باطل نظام کی دُم پر جب ہم اپنا پاؤں رکھیں تو باطل نظام اُس ہاتھی کی طرح منجمد ہوجائے جو ایک پہلوان کے ہاتھوں بے بس ہوجاتا تھا۔ ہم اُس سرمایہ دارانہ نظام کی فولادی سلاخیں توڑ پھوڑ دیں اور آتش زدہ جھگیوں سے غریبوں کو بحفاظت نکال لیں۔ ہم اللہ کی مدد حاصل کرکے اپنے قد اور وزن کو اتنا بڑھالیں کہ اسلام دشمن قبضہ گروپ کی کمر ٹوٹ جائے۔ ہم میڈیا کے پروپیگنڈا میں آکر کرکٹ کے سیمی فائنل کو ’’یوم التغابن‘‘ نہ بنائیں بلکہ باطل قوتوں کے ساتھ پنجہ آزمائی کے بعد جب دینی قوتیں پہلے پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست بنانے میں کامیاب ہوں گی اور بعدازاں عالمی نظام خلافت قائم کریں گی تو دنیا میں بھی مسلمانوں کے لیے وہ جیت کا دن ہوگا اور یوم حشر میں ان ہی دینی جماعتوں کے کارکنوں سے رب رحیم اعلان فرمائے گا: ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ۔ اگر ہم نے پاکستان کو صحیح معنوں میں اسلامی ریاست نہ بنایا تو دنیا ہمیں کرکٹ کے میدان سے ہی نہیں صفحۂ ہستی سے بھی مٹادے گی۔

ہماری تجزیاتی نگاہیں آنے والے دنوں میں پاکستان میں داخلی سطح پر سیاسی میچ فائنل کی طرف جاتے ہوئے دیکھ رہی ہیں۔ اللہ کرے ہم اپنی نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کرسکیں۔ (آمین)

☆☆☆

قرآن مجید کی بے حرمتی: مسلمانوں کی ذلت و رسوائی کا مظہر

پس چه باید کرد؟

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی ماڈل ٹاؤن لاہور میں
امیر تنظیم اسلامی محترم **حافظ عاکف سعید** حفظہ اللہ کے 25 مارچ 2011ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[سورۃ الصف کی آیت 8 اور سورۂ آل عمران کی آیت 119 کی تلاوت اور خطبۂ مسنونہ کے بعد]

حضرات محترم! اس ہفتے اسلام دشمن ابلیسی اور طاغوتی قوتوں نے قرآن کو نذر آتش کر کے مسلمانوں پر ایک اور کاری وار کیا ہے۔ ہر محفل میں اسی کا تذکرہ ہے۔ مسلمانوں کے شدید دل زخمی ہیں اور ایک شدید رد عمل کی کیفیت ہے۔ لیکن کچھ سمجھ نہیں آ رہا ہے کہ اس کا اظہار کیسے کیا جائے۔ کریں تو کیا کریں۔ اس کے خلاف مظاہروں کا سلسلہ جاری ہے اور جاری رہے گا۔ لیکن کیا یہ مسئلے کا حل ہے؟ پادری ٹیری جونز نے جو شیطانی حرکت کی ہے وہ اس کی اپنی اخلاقی پستی اور گراوٹ کی انتہا ہے۔ مگر صلیبی جنونیوں کی طرف سے اخلاقی گراوٹ اور درندگی کا یہ مظاہرہ پہلی بار نہیں ہوا ہے۔ اس سے پہلے امریکی فوجیوں نے گوانتانا موبے میں مسلمان مجاہدین کے سامنے قرآن کی شدید بے حرمتی کی تھی۔ اسی طرح بگرام ایئر بیس، کابل اور ابو غریب جیل میں قرآن کی توہین کی گئی۔ اس پر بھی پورے عالم اسلام میں مظاہرے ہوئے، مگر توہین کا یہ سلسلہ نہیں رکا۔ پھر قرآن مجید ہی کے حوالے سے ایک اور سازش کی گئی۔ ''الفرقان'' کے نام سے قرآن کے متبادل کے طور پر ایک جعلی قرآن شائع کیا گیا۔ اس پر بھی احتجاج ہوا، مسلمانوں میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی، مگر ہمارا احتجاج صدا بصحرا ثابت ہوا۔ پھر یہ ہوا کہ یورپ اور امریکہ کے اخبارات میں نبی اکرم ﷺ کے خاکے چھاپ دیئے گئے۔ ہم نے اس پر بھی مظاہرے کیے، مگر کفار کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ نہ ہم ان کا ہاتھ روک سکے، نہ ہی ان کو قرار واقعی سزا دے سکے کہ جسے دیکھ کر باقی دنیا والے بھی عبرت پکڑتے، اور کوئی آئندہ ایسی جسارت نہ کرتا۔ اب پھر یہ ہو رہا ہے کہ مظاہروں کے لیے پکارا جا رہا ہے۔ چلو بھئی نکلو مظاہرے کرو۔ ہمیں کچھ سبق بھی سیکھنا چاہیے۔ ٹھیک ہے، مظاہرہ ضرور کریں کہ یہ کم از کم ایمان کا اظہار ہے، مگر مسئلہ کا اصل حل مذمت یا مظاہرے نہیں ہیں۔ ہم امریکہ کی مذمت کریں، پادریوں کی مذمت کریں یا یورپ کی مذمت کریں۔ مذمت ایک زبانی لفظ ہے۔ اس لفظ کی قوت صفر کے برابر ہے۔ احتجاج ایک روایت کا نام رہ گیا ہے۔ اب ہم کیا کریں۔ ہمارے دشمنوں کو پوری طرح معلوم ہے کہ ہم مذمت اور احتجاج ہی کیا کرتے ہیں جو اُن کے لیے ایک ربڑ کی گولی کی طرح بھی نہیں ہے۔ اُن کے نزدیک مذمت اور احتجاج ایک ٹوٹی ہوئی چھتری کا نام ہے جو برسنا تو درکنار معمولی سا سہارا بھی نہیں دے سکتی۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ یہ تجزیہ کیا جائے کہ ہمارے ساتھ یہ کیوں ہو رہا ہے۔ اس کو روکنے کا کوئی طریقہ ہے یا نہیں، یا ہم یونہی مظاہرے کرتے اور محض اپنی بھڑاس نکالتے رہیں گے اور کفار کے اگلے وار کا انتظار کریں گے۔ مظاہروں سے بڑھ کر کوئی پلاننگ ہے یا نہیں؟ اصولی طور پر یہ جان لیجیے کہ دشمنانِ اسلام قرآن کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے ہیں اور نہ نبی اکرم ﷺ کے مقام و مرتبہ کو گھٹا سکتے ہیں۔ البتہ یہ ان کی اپنی پست ذہنیت اور اخلاقی گراوٹ کا اظہار ہے۔ لیکن ہمارے دلوں پر تو وہ آرے چلا رہے ہیں۔ یہ ذلت و رسوائی دراصل میری اور آپ کی ہے، قرآن کے ماننے والوں اور نبی ﷺ کے نام لیواؤں کی ہے۔ ایک وقت تھا کہ ایک مسلمان خاتون کی پکار پر مسلمان افواج نے سندھ پر لشکر کشی کی تھی، اور مجرموں کو وہ عبرت ناک سزا دی تھی کہ ساری دنیا کو یہ سبق مل گیا تھا کہ کسی مسلمان عورت کو کوئی میلی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا۔ آج ناموس رسالت پر رکیک حملے ہو رہے ہیں، کتاب اللہ کی بے حرمتی ہو رہی ہے اور مسلمان بے بسی اور لاچاری کی تصویر بنے ہوئے ہیں۔ قرآن حکیم نے ابتدا ہی میں بتا دیا تھا کہ:

﴿يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ ۭ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ (8)﴾ (الصف)

''یہ چاہتے ہیں کہ اللہ (کے چراغ) کی روشنی کو منہ سے (پھونک مار کر) بجھا دیں حالانکہ اللہ اپنی روشنی کو پورا کر کے رہے گا خواہ کافر ناخوش ہی ہوں۔''

کفار کی پوری کوشش تھی کہ یہ دین غالب نہ ہونے پائے۔ پہلے ہی (معاذ اللہ) نبی کا کام تمام کر دیا جائے، تا کہ اسلام کا سلسلہ رک جائے۔ یا پھر مسلمانوں کی قوت کو بالکل کچل دیا جائے، تا کہ دین کے غلبہ و اقامت کی منزل آ ہی نہ سکے۔ لیکن جب دین قائم ہو گیا، وہ پھر بھی اپنی گھناؤنی سازشوں سے باز نہ آئے۔ اللہ نے یہاں بتا دیا کہ کفار قیامت تک اسلام کے خلاف سازشیں کرتے رہیں گے۔ اس لیے کہ یہ اسلام کے کٹر دشمن ہیں۔ ہمارے ہاں ایک تصور پایا جاتا ہے کہ ہم نے خواہ مخواہ یہ سمجھا ہوا ہے کہ یہود و نصاریٰ ہمارے دشمن ہیں، یہ ہماری ناسمجھی ہے، وہ لوگ تو بڑے اصول پرست ہیں، وہ تو ہماری بھلائی چاہتے ہیں۔ یہ تصور قرآن کے سراسر خلاف ہے۔ قرآن نے اُن کی دشمنی کو خوب نمایاں کیا ہے۔

﴿هٰٓاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۖ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ۭ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (119)﴾

(آل عمران)

”دیکھو، تم ایسے (صاف دل) لوگ ہو کہ ان لوگوں سے دوستی رکھتے ہو حالانکہ وہ تم سے دوستی نہیں رکھتے اور تم سب کتابوں پر ایمان رکھتے ہو (اور وہ تمہاری کتاب کو نہیں مانتے) اور جب تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے اور جب الگ ہوتے ہیں تو تم پر غصے کے سبب انگلیاں کاٹ کھاتے ہیں۔ (ان سے) کہہ دو کہ (بدبختو!) غصے میں مرجاؤ۔ اللہ تمہارے دلوں کی باتوں سے خوب واقف ہے۔“

ان آیات میں اُن مسلمانوں سے جن کے اہلِ مدینہ بالخصوص یہودیوں اور منافقین سے روابط تھے، کہا جارہا ہے کہ دیکھو، تم جو ان سے محبت رکھتے ہو، ان کی خیرخواہی چاہتے ہو، سن لو، وہ زبان سے چاہے تمہارے کتنے خیرخواہ بنیں وہ ہرگز تمہارے دوست نہیں ہوسکتے۔ تمہیں اپنا مقام سمجھنا چاہیے۔ تم تو ان کی کتابوں کو بھی مانتے ہو۔ اس لیے کہ قرآن نے کہا کہ تورات اللہ کی کتاب تھی، انجیل اللہ کی کتاب تھی۔ لیکن یہ قرآن کو نہیں مانتے۔ یہ جب تم سے علیحدہ ہوکر اپنی محفلوں میں ہوتے ہیں تو تمہاری دشمنی کی وجہ سے اپنی انگلیاں چباتے ہیں۔ انہیں تم سے اس قدر شدید بغض ہے۔ یہ ہے اصل حقیقت یہود ونصاریٰ کی۔ یہ اسلام کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ یہ اسلام کو پھلتا پھولتا دیکھ ہی نہیں سکتے۔ یہ آج بھی سازشیں کررہے ہیں اور آئندہ بھی کرتے رہیں گے۔ قیامت تک ان کی یہی کوشش ہوگی۔ رہی یہ بات کہ اس دشمنی کا اصل سبب کیا ہے۔ اگر وہ سابقہ آسمانی کتابوں کو مانتے تھے تو قرآن کو ماننے میں کیا رکاوٹ ہے؟ اگر سابقہ رسولوں کو مانتے تھے تو محمد رسول اللہ ﷺ کو ماننے میں کیا چیز مانع تھی؟ قرآن نے یہ بات کھول کر بتادی ہے۔ سورۃ البقرہ میں فرمایا:

﴿وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ښ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۡ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿٨٩﴾ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ فَبَاۗءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰي غَضَبٍ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿٩٠﴾﴾

”اور جب اللہ کے ہاں سے ان کے پاس کتاب آئی جو ان کی آسمانی کتاب کی بھی تصدیق کرتی ہے اور وہ پہلے (ہمیشہ) کافروں پر فتح مانگا کرتے تھے، تو جس چیز کو وہ خوب پہچانتے تھے جب ان کے پاس آپہنچی تو اس سے کافر ہوگئے۔ پس کافروں پر اللہ کی لعنت۔ جس چیز کے بدلے انہوں نے اپنے تئیں بیچ ڈالا وہ بہت بری ہے، یعنی اس جلن سے کہ اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنی مہربانی سے نازل فرماتا ہے اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب سے کفر کرنے لگے تو وہ (اس کے) غضب بالائے غضب میں مبتلا ہوگئے اور کافروں کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔“

سورۃ البقرہ میں فرمایا:

﴿وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ښ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٠٩﴾﴾

”بہت سے اہل کتاب اپنے دل کی جلن سے یہ چاہتے ہیں کہ ایمان لاچکنے کے بعد تم کو پھر کافر بنادیں حالانکہ ان پر حق ظاہر ہوچکا ہے۔ تو تم معاف کرو اور درگزر کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا دوسرا حکم بھیجے۔ بے شک اللہ ہر بات پر قادر ہے۔“

یہود مدینہ کو اللہ کے آخری نبی اور رسول کی آمد کا انتظار تھا۔ وہ اوس اور خزرج قبائل کے لوگوں سے کہا کرتے تھے کہ جب آخری نبی آئے گا تو ہم اس کے ساتھ ہوکر تم سے لڑیں گے۔ پھر تم کبھی ہم پر غالب نہیں آسکو گے۔ لیکن جب وہ رسول آگئے، جن کا وہ انتظار کررہے تھے، جن کے حوالے سے ان کو دھمکی دے رہے تھے، تو اس رسول کو پہچان لینے کے بعد اُس کا انکار کردیا۔ یہ اس لیے کہ انہیں اللہ کی یہ بات پسند نہیں آئی کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نبوت و رسالت کی فضیلت ہماری نسل سے چھین کر بنی اسمٰعیل کو کیوں عطا کردی۔ نبوت و رسالت کا سلسلہ دو ہزار برس سے بنی اسرائیل میں چلا آتا تھا۔ اب وہ برتری ختم ہورہی تھی۔ چنانچہ تکبر کی بنا پر وہ رسول کی دعوت کا انکار کربیٹھے۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ اگر رسول ﷺ کو مان لیا تو بنی اسمٰعیل کی برتری ثابت ہوجائے گی۔ اس لیے کہ یہ افضل ترین رسول ہیں اور ہم یہ بات ماننے کو تیار نہیں ہیں۔ پس اُن کی اسلام دشمنی کا اصل سبب تکبر اور حسد ہے۔ قرآن نے اسے آشکارا کردیا ہے۔ اُن کی اسلام دشمنی قیامت تک چلتی رہے گی۔ بعینہ یہی کردار تخلیق آدم کے وقت ابلیس کا تھا۔ اس نے بھی محض حسد اور تکبر کی وجہ سے حضرت آدمؑ کو سجدہ کرنے سے انکار کردیا تھا۔ یہود کو یہ معلوم تھا کہ نبیؐ کی بعثت اگر بنی اسماعیل میں ہوئی ہے تو فیصلہ اللہ کا ہے۔ اس فیصلے کو نہ ماننے کا مطلب یہ ہوا کہ اُن کی اصل ضد اللہ کے ساتھ ہوئی۔ شیطان کی ضد بھی اللہ کے ساتھ تھی کہ خدایا جو مقام تو نے آدم کو دیا وہ مجھے ملنا چاہیے تھا، اب میں تیرا حکم نہیں مانتا۔ یہودی شیطان کے چیلے بلکہ سب سے بڑے ایجنٹ ہیں۔ وہ پوری دنیا میں شیطانی نظام کو غالب کرنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا وہ ہر طرح سے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے۔ انہوں نے مسلمانوں کو بالکل بے دست وپا کیا ہوا ہے۔ اب ہمارے زخموں پر نمک چھڑک رہے ہیں، اور کہہ رہے ہیں کہ جاؤ، تم ہمارا کچھ نہیں کرسکتے۔ انہوں نے امریکہ کو اپنے آگے لگایا ہوا ہے۔ افغانستان اور عراق پر حملہ امریکہ نے کیا۔ لیکن درپردہ ساری پلاننگ یہود کی تھی۔ جڑواں ٹاور کی تباہی کی سازش بھی یہود کی تیار کردہ تھی۔ عیسائی اُن کے آلۂ کار بن گئے۔ اس وقت صورتحال یہ ہے کہ عیسائی اور یہودی دونوں اکٹھے ہیں، اور دونوں اسلام کے خلاف صف آرا ہیں۔ اسلام کا راستہ بہرصورت روکنا چاہتے ہیں۔ یہ روش حقیقت کے اعتبار سے اللہ سے بغاوت ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ اسلام کے نام پر بننے والا ملک بھی آج انہی شیطانی ایجنٹوں کی صف میں کھڑا ہے۔ نائن الیون کے بعد سے ہم امریکہ کے فرنٹ لائن اتحادی بنے ہوئے ہیں۔ اس کے عوض ان سے معاوضہ بھی طلب کیا جاتا ہے کہ ہم تمہاری جنگ لڑرہے ہیں، تمہارے ساتھ یہ کررہے ہیں۔ ہمارا یہ کشکول بھی حاضر ہے، اس میں بھی کچھ ڈالو۔ کیری لوگر بل کے تحت ہمیں ملنے والی امداد بھیک ہی سمجھ کر وہ ہمیں دے رہے ہیں۔ اور جب وہ ”امداد“ دیتے ہیں تو پھر ہمارا بازو بھی مروڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اور کام کرو، تم وہ کام نہیں کررہے ہو جس کے لیے پیسے لے رہے ہو۔ بہرحال کفار کی سازشیں اپنی جگہ، مگر اللہ کا فیصلہ ہے کہ اپنے نور کا اتمام کرکے رہے گا، خواہ کافر اُس کو کتنا ہی ناپسند کریں، اس راہ میں کتنے ہی روڑے اٹکائیں۔ ؎

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

چنانچہ نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کے دوران ہی جزیرۂ نمائے عرب میں دین غالب ہوگیا، اور یوں یہود کی تمام تر سازشوں کے باوجود غلبۂ دین کا پہلا فیز مکمل ہوگیا۔ لیکن آپ کا مقصد بعثت اتمامی شان کے ساتھ تب پورا ہوگا جب کل روئے ارضی پر اللہ کا دین غالب اور قائم ہوجائے گا۔ ظاہر ہے، یہ کام ابھی ہونا ہے، ان شاء اللہ۔ کب ہوگا، ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ تاہم مسلمانوں کے حوالے سے اللہ کا ایک وعدہ ہے

﴿وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝﴾

(آل عمران:139)

''اور تم ہی غالب اور سربلند ہوگے اگر تم مومن ہوئے۔''

یعنی اگر تم ایمان کے تقاضوں کو پورا کرتے رہے تو تمہیں آخرت کی اصل کامیابی تو حاصل ہوگی ہی، دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کو ناکام کرے گا اور تمہیں غلبہ عطا فرمائے گا۔ تمہارے خلاف ان کی تمام تر سازشیں اور تدبیریں رائیگاں جائیں گی۔ آج صورتحال یہ ہے کہ ہم مغلوب ہیں۔ اللہ کی مدد ہمارے شامل حال نہیں ہے۔ وجہ صاف ظاہر ہے کہ ہمارے اندر ایمان کی کمی ہے۔ ہمارا ایمان مضبوط نہیں ہے۔ ہم ایمان کے تقاضے پورے نہیں کر رہے ہیں۔ ہمارا توکل اللہ پر نہیں، دنیا کی طاقتوں اور اسباب پر ہے۔ دنیا میں غلبہ واقتدار اور قوت ہمیں تب ملے گی جب اللہ کے ساتھ، اس کے دین کے ساتھ اس کے رسول ﷺ کے ساتھ وفاداری کریں گے۔ افسوس کہ ادھر کوئی جانے کو تیار نہیں۔ اس کے لیے سوچنا بھی ہمیں گوارا نہیں۔ بس یہی بات کہی جاتی ہے کہ نکلو امریکہ کو گالیاں دو اور پھر چاہے گھروں میں جا کر بیٹھ جاؤ اور تمہارے وہی لچھن رہیں، وہی کام کرو، وہی دھندے، دنیاداری، دنیا پرستی ہو، اس میں کوئی تبدیلی نہ آئے۔ قرآن وسنت کی راہنمائی کی طرف کوئی آنے کو تیار ہی نہیں ہے۔ قوم کے سرکردہ لوگ سر جوڑ کر کیوں نہیں بیٹھتے کہ ہمارے ساتھ یہ کیوں ہو رہا ہے۔ کیا ہم ایک اور وار کا انتظار کریں گے اور کوئی ٹھوس منصوبہ بندی، کوئی لائحہ عمل طے نہیں ہوگا۔

دشمنانِ اسلام قرآن کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے ہیں۔ قرآن کو تو اللہ نے محفوظ بنایا ہے۔ البتہ یہ جس شیطنت، درندگی اور جنونیت کا ارتکاب کر رہے ہیں، یہ اُن کی پست ذہنیت کا بدترین مظاہرہ ہے۔ اِس سے واضح ہوجاتا ہے کہ یہ لوگ انسانیت کے نام پر دھبہ ہیں۔ قرآن حکیم کے بارے میں اللہ نے فرمادیا کہ

﴿بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ۝ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۝﴾

(سورۃ البروج)

''(یہ کتاب ہزل و بطلان نہیں) بلکہ یہ قرآن عظیم الشان ہے۔ لوح محفوظ میں (لکھا ہوا)۔''

سورۃ العنکبوت میں فرمایا:

﴿بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ (49)﴾

''بلکہ یہ روشن آیتیں ہیں جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے ان کے سینوں میں (محفوظ) ہیں۔ ہماری آیتوں سے وہی لوگ انکار کرتے ہیں جو بے انصاف ہیں۔''

ہمارے لیے غور طلب بات یہ ہے کہ یہ لوگ ہمارے زخموں پر نمک کیوں چھڑک رہے ہیں؟ انہیں یہ جرأت کیوں ہو رہی ہے؟ کیا ہماری تعداد کم ہے؟ ظاہر ہے ایسا نہیں ہے۔ مسلمانوں کی تعداد ڈیڑھ ارب سے بھی بڑھ کر ہے۔ ہمارے پاس جنگی قوت کی بھی کمی نہیں ہے۔ ایٹمی صلاحیت دنیا کے چند ممالک کے پاس ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وہ بھی ہمیں عطا کر دی ہے۔ مسلمانوں کے پاس دولت کے بھی انبار لگے ہوئے ہیں۔ مسلمان ذہنی اعتبار سے بھی بہترین صلاحیتیں رکھنے والے لوگ ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ہر کوئی ہمیں ہی پتھر مار رہا ہے۔ یہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی ہم عملاً انتہائی کمزور، انتہائی بے بس اور لاچار ہیں۔ اس لیے کہ ہمارے اندر ایمان کی کمی ہے، ہم دنیا پرستی میں مبتلا ہیں۔

بحیثیت اُمت ہم نے دین سے غداری کی ہے۔ آج کسی ایک مسلم ملک میں بھی اللہ کا دین قائم نہیں ہے۔ یہ معمولی جرم نہیں ہے، بہت بڑا جرم ہے۔ ہماری عظیم اکثریت اسی مادہ پرستی اور دجالیت کے سیلاب میں غرق ہے۔ ایک ہی دوڑ لگی ہوئی ہے۔ جیسے بھی ہو کہ جائز وناجائز طریقے سے مال و دولت حاصل کرلیں، دنیا کما لیں۔ کبھی کبھار ہم کسی دارالعلوم کو تھوڑا سا چندہ بھی دے دیتے ہیں، عمرہ بھی کرلیتے ہیں اور پھر سمجھتے ہیں کہ اللہ کو راضی کرلیا مگر بحیثیت مجموعی ہماری زندگی کا رُخ دنیا پرستی کی طرف ہے۔ سرمایہ آنا چاہیے چاہے رشوت اور سود سے آئے۔ آج ہماری معیشت سود اور جوا پر چل رہی ہے، حالانکہ یہ حرام ہیں۔ سودی لین دین اللہ سے جنگ ہے اور آقا سے جنگ کرنے والا غلام کبھی فلاح نہیں پاسکتا۔ اسی لیے ہم پر اللہ کے عذاب آ رہے ہیں۔ عذاب الٰہی کے یہ جھٹکے ہمیں جگانے کے لیے ہیں۔ اقبال نے سو سال پہلے کہا تھا ع مسلماں کو مسلماں کر دیا طوفان مغرب نے

مغرب ہم پر جو ظلم ڈھا رہا ہے، جس بدتمیزی اور جنونیت کا مظاہرہ کر رہا ہے، اگر ہم اس کے نتیجے میں خواب غفلت سے بیدار ہوگئے، دنیا پرستی کو ترک کر کے خدا پرستی کو شعار بنالیا تو روشن مستقبل اور سربلندی ہمارا مقدر ہوگی۔ کفار کی جنونی حرکات پر محض احتجاج کرنے سے مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ غور طلب بات یہ ہے کہ ہم ان حرکات کو روک کیسے سکتے ہیں۔ اس پر عبرت ناک سزا کیسے دے سکتے ہیں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم قوت حاصل کریں، تاکہ آئندہ کسی کی جرأت نہ ہو۔ اور قوت کا راستہ ایک ہی ہے، اور وہ ہے اللہ کے دین سے غیر مشروط وفاداری۔ ہمیں اس ملک میں دین کو غالب اور قائم کرنے کی ضرورت ہے، تاکہ عالمی خلافت کی راہ ہموار ہو۔ جب خلافت قائم ہوجائے گی تو پھر کسی کو بھی گھناؤنی جسارتوں کی ہمت نہیں ہوگی۔ آپ ان حرکات کو روکنے میں سنجیدہ ہیں تو مظاہروں اور مذمت سے آگے بڑھ کر اس ملک میں نفاذِ اسلام کے لیے سربکف ہوجایئے۔ اسی سے اللہ کی مدد بھی آئے گی، اور سربلندی عطا کرنے کا خدائی وعدہ بھی پورا ہوگا۔ اللہ کا فیصلہ ہے کہ

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝﴾ (سورۂ محمد)

''اے اہل ایمان اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو اللہ تمہارے مدد کرے گا اور تمہارے پاؤں جمادے گا۔''

اگر اللہ کی مدد شامل حال ہوجائے تو کوئی قوت ہم پر غالب نہیں آسکتی۔ جیسے کہ امریکہ اور نیٹو مل کر بھی طالبان افغانستان کو نہیں جھکا سکے۔ وہ اللہ کی مدد کے بھروسا پر کفار کے متحدہ لشکر کے سامنے کھڑے ہیں۔ باقی موت تو آنی جانی ہے۔ اللہ تعالیٰ شہادتیں بھی وصول کرتا ہے۔ طالبان شہادتیں پیش کر رہے ہیں۔ ہم گیدڑوں کی زندگی گزار رہے ہیں۔ وہ شیر والی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ انہیں اللہ کی مدد پر بھروسا ہے۔ ہم امریکہ پر تکیہ کیے ہوئے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے دین کی نصرت وحمایت کی توفیق دے۔ (آمین)

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

☆☆☆

تنظیم اسلامی حلقہ کراچی شمالی کے زیر اہتمام روح پرور

سیرت خیرالانامؐ کانفرنس

جس سے امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید، مفتی عثمان یار خان، ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر زبیر اور شجاع الدین شیخ نے خطاب کیا

حلقہ کراچی شمالی کے زیر اہتمام 9 ربیع الاول بمطابق 13 فروری سیرت خیرالانامؐ کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ یہ پروگرام ناظم آباد کے انور بھائی پارک میں منعقد کیا گیا تھا، جس کے لئے رفقاء تنظیم نے تندہی سے کئی دن تک دعوتی مہم چلائی۔ اس مقصد کے لئے شہر کے مختلف مقامات پر دعوتی واستقبالی کیمپ لگائے گئے۔ تشہیر کے طور پر ٹرک پر اعلانات بھی کرائے گئے۔ اس کانفرنس سے امیر تنظیم اسلامی پاکستان محترم حافظ عاکف سعید، نائب رئیس جامعۃ دارالخیر مفتی عثمان یار خان، صدر تحریک ناموس رسالتؐ ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر اور ناظم تنظیم اسلامی حلقہ کراچی شمالی شجاع الدین شیخ نے خطاب کیا۔ اسٹیج سیکریٹری کے فرائض حلقہ کراچی شمالی کے ناظم شعبۂ دعوت عامر خان نے ادا کئے۔

پروگرام کا آغاز دن پونے گیارہ بجے تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ حافظ سید اسامہ علی نے سورۃ الصف کی آیات تلاوت کیں، جس کے بعد اُسید زاہد صدیقی نے نعت رسول ﷺ پیش کی۔ حلقہ کراچی شمالی کے ناظم دعوت جناب عامر خان نے مقررین کا تعارف کرایا۔ اس کے بعد شجاع الدین شیخ نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں اس ماہ مبارک میں ہی نہیں بلکہ پوری زندگی میں سچے امتی ہونے کا ثبوت دینا ہوگا، کیونکہ قرآن اللہ کو ماننے کا مطالبہ کرتا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ہم صرف زبانی دعوے نہ کریں بلکہ تصدیق بالقلب کا اظہار اپنے عمل سے بھی کریں۔

مفتی مولانا عثمان یار خان نے خطاب کرتے ہوئے پہلے بانی محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی قرآنی خدمات پر انہیں خراج تحسین پیش کیا۔ بعدازاں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کو عظیم باپ کے عظیم جانشین کا خطاب دیتے ہوئے کہا کہ موجودہ حالات میں اس طرح کے پروگرامات ہوتے رہنے چاہئے، تاکہ امت کے انتشار کے دور میں آقا ﷺ سے محبت کے تقاضے واضح طور پر بیان ہوسکیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ روشن خیال طبقہ عوام الناس کو دینی تعلیم سے محروم کرنے کی کوشش کررہا ہے اور مسلم معاشرہ کو یہودیت اور عیسائیت کی تعلیم کی طرف بلاتا ہے۔ جبکہ دینی طبقات عوام الناس کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات کی دعوت دیتے ہیں۔ نبی ﷺ کی سیرت پر بیان کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ آپؐ کی اہم ترین سنت باطل نظام کے خلاف حق و صداقت کا علم بلند کرنا ہے۔ ہم نے یہ سرزمین اس نعرہ کے ساتھ حاصل کی تھی کہ ''پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ''۔ ہمارے آباء اجداد نے قربانیاں اس لئے دیں کہ اللہ کی سرزمین پر اللہ کا نظام قائم ہو مگر اللہ سے کیا ہوا وعدہ توڑ دیا گیا۔ آج کے حکمرانوں نے سنت رسول سے بھی اپنا تعلق منقطع کرلیا ہے۔ آقا ﷺ کی شان میں گستاخیاں اسلام کے نام پر قائم ہونے والے ملک میں ہورہی ہے۔ انھوں نے قرآنی آیات کے حوالہ سے بیان کیا کہ جب گاؤں والوں نے اللہ کی نعمت کو ٹھکرایا تو اُن پر بھوک وخوف مسلط کردی گئی تھی۔ اسی طرح ہمارے حالات پہلے اچھے تھے۔ رزق کے دروازے کھلے تھے، لیکن جب ہم نے نفاذ شریعت کا وعدہ بھلا دیا تو ہم سے رزق چھین لیا گیا اور ظالم و جابر حکمران مسلط کردیئے گئے۔ ہم آقا ﷺ کی سیرت کے بیان ہی پر اکتفا کرتے رہے لیکن آج تک اُس پر عمل نہیں کیا۔ انہوں نے مزید کہا کہ آج کا دور صرف اسلحہ کی جنگ کا نہیں بلکہ ہمیں معاشی طور پر بھی مغرب کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ انہوں نے مصر، تیونس کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ حکمران ہوش میں آئیں۔ لوگوں کے پاس پانی، چینی، جیسی بنیادی ضروریات موجود نہیں ہیں۔ عوام بھی عقل سے کام لیں اور سیرت کے پروگراموں سے سبق لیں۔ ان سے دین چھینا جارہا ہے۔ آقا ﷺ سے محبت چھینی جارہی ہے۔ رسول ﷺ کی شان میں گستاخی ہورہی ہے۔ اس کی وجہ یہود و نصاریٰ کی غلامی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایک جانب عافیہ صدیقی پر جھوٹا الزام لگا کر سزادی گئی اور دوسری جانب تین مسلمانوں کے قاتل ریمنڈ ڈیوس کے رہائی کے معاملے میں ہماری حکومت بے چین دکھائی دیتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی یہ کوشش رہی ہے کہ گھر گھر قرآن پہنچایا جائے، اُسے سمجھا جائے اور اس پر عمل کیا جائے۔ اسی مشن پر اُن کے فرزند عمل پیرا ہیں جو کہ قابل ستائش ہے۔ نبی ﷺ کی سیرت قرآن ہے۔ سیرت سمجھیں گے تو عمل ہوگا۔ پھر محمد بن قاسم پیدا ہوں گے۔ لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ سیرت طیبہ پر عمل کیا جائے۔

علامہ ابوالخیر محمد زبیر نے آغاز میں سورۃ الحجرات کی پہلی آیت تلاوت کی اور حبِ رسولؐ پر حدیث سنانے کے بعد تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام منعقدہ سیرت کانفرنس اور اس کے بہترین انتظام پر امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید اور مرکزی، صوبائی، ذیلی تنظیموں کے سربراہوں کو مبارکباد پیش کی اور دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ان کاوشوں کو قبول فرمائے۔ انھوں نے شجاع الدین شیخ کی تقریر کا حوالہ دیتے ہوئے کانفرنس کی غرض وغایت بیان کی۔ انہوں نے کہا کہ آج مسلمان کو مسلمان سے لڑایا جارہا ہے۔ ان کو راہ حق سے دور کیا جارہا ہے۔ ہم قرآن پر عمل کیسے کریں، کیسے راہ ہدایت ملے، کیسے منزل مقصود حاصل ہو، ان تمام چیزوں کا حل اس آیت مبارکہ میں پیش کیا گیا ہے جو میں نے آغاز میں تلاوت کی۔ انھوں نے کہا کہ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ چند صحابہؓ نے ذبیحہ عیدالاضحی اللہ کے رسول ﷺ سے پہلے کرلیا تھا۔ ان کی توجہ اس طرف دلائی جارہی ہے کہ نبی ﷺ سے آگے نہ بڑھنا، یہاں تک کہ عبادت میں بھی نبی ﷺ سے تقدم پر اللہ ناراض ہوجاتا ہے۔ عبادت وہی مقبول ہوگی جو ادبِ مصطفی ﷺ کے ساتھ ہو۔ اگر احترام نبی ﷺ نہ ہو تو عبادت بھی قبول نہیں ہوگی۔ انہوں نے موجودہ حالات کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ یہود و نصاریٰ کے اشارے پر حکومت ناموس رسالت قانون میں ترمیم کرنا چاہتی تھی، مگر اس کے خلاف زبردست عوامی تحریک نے اِسے اس اقدام سے باز رکھا۔ اسی طرح اگر ہم شریعت کا نفاذ چاہتے ہیں تو ہمیں اس کے لیے تحریک چلانی ہوگی۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ایک پلیٹ فارم سے سیکولر نظام کا مقابلہ کیا جائے۔ انہوں نے اسی آیت پر

بیان آگے بڑھاتے ہوئے کہا کہ ”لا تقدموا“ میں مفعول کا ذکر نہیں کیا گیا۔ معلوم ہوا کہ آگے نہ بڑھو کا حکم ہر خاص و عام کے لئے ہے۔ رب کائنات قیامت تک بتانا چاہتا ہے کہ یہ حکم عام ہے کہ رسول اکرم ﷺ سے کسی کام میں آگے نہ بڑھو۔ یعنی معاشی، سیاسی، معاشرتی ہر معاملے میں سنت رسول ﷺ کو آگے کرو۔ یہی بات حضرت عبداللہ ابن عباس ؓ نے بیان کی ہے۔ مگر عملی طور پر آج کیا ہو رہا ہے۔ ہمیں اذان کی صورت میں نماز کی دعوت پانچ مرتبہ ملتی ہے مگر کتنے لوگ ہیں جو مسجد جاتے ہیں۔ سودی کاروبار بڑھ رہا ہے۔ کرپشن کو فروغ مل رہا ہے۔ ہمارے معاملات میں اللہ کے رسول ﷺ کا حکم آگے نہیں ہے۔ اللہ کا حکم ہے دیانت دار کو آگے لاؤ، ایمان دار کو آگے لاؤ۔ اللہ کے کتنے ہی احکام ہیں جو ہمارے حکام پامال کر رہے ہیں۔ یہود و نصاریٰ کی دوستی قرآن کے حکم کے خلاف ہے، مگر ہم اس میں بھی سب سے بڑھ کر ہیں۔ ہماری زبوں حالی اور تنزل کی وجہ ہی اللہ کے رسول اللہ ﷺ کے احکامات کو پیچھے ڈالنا ہے۔ اگر ہم آج ”لا تقدموا“ پر عمل کریں تو سارے مسئلے حل ہو جائیں گے۔ انہوں نے آخر میں تنظیم اسلامی کا شکریہ ادا کیا کہ اس نے تحریک ناموسِ رسالت ﷺ کے پروگراموں میں بھرپور حصہ لیا۔

آخر میں صدر مجلس حافظ عاکف سعید نے سورۃ الانبیاء کی تلاوت سے بات کا آغاز کیا۔ اُنہوں نے مقررین کی آمد پر ان کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے بہت ہی ایمان افروز گفتگوئیں کیں۔ انہوں نے پچھلے سال سیرت کانفرنس کا حوالہ دیا، جس میں بانی محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ بھی موجود تھے۔ اس کے بعد کہا کہ ابتدائے آفرینش سے رحمۃ للعالمین کا خطاب کسی کو نہیں ملا۔ یہ خطاب صرف نبی کریم ﷺ کو ملا ہے۔ خدا کے بعد بزرگ ترین ہستی اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ یہ لقب اللہ کا عطا کردہ ہے۔ جو شخص اس میں شک کرے وہ اپنے ایمان کی خیر منائے۔ اس رحمت کا ذکر کرتے ہوئے امیر محترم نے کہا کہ غور کیجیے، یہ سراپا رحمت، سراپا شفقت جو اُس دور کے مسلمانوں نے دیکھی کیا اسی دور کے لئے تھی اور اسی لیے آج ہم محروم ہیں؟ بلکہ آج تو اللہ کی رحمت سے بھی ہم محروم ہیں۔ آج ہم سب سے زیادہ کرپٹ، خائن، ذلیل و خوار ہیں۔ دنیا آپؐ کے خاکے چھاپ کر ہماری رسوائی کر رہی ہے۔ 160 کروڑ مسلمان ان خاکوں اور قرآن کی توہین پر بے بس ہیں۔ شیطان کے چیلے نبی اکرم ﷺ کی عزت و ناموس کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے البتہ اِس پر ہماری خاموشی سوالیہ نشان ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے امریکہ کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کیا مگر قوم کی ایک بیٹی کو رہائی نہ دلوا سکے۔ ساری دنیا اس امت کو دہشت گرد کہہ رہی ہے۔ داڑھی والوں کو شک کی نگاہ دیکھا جاتا ہے، عقل سے عاری، شدت پسند پکارا جاتا ہے۔ اس صورتحال کے ذمہ دار ہم خود ہیں۔ انہوں نے کہا کہ رسول خدا ﷺ کی رحمت کے مظاہر قرآن میں تین مرتبہ بیان ہوئے ہیں سورۃ الصف، سورۃ التوبہ اور سورۃ الفتح میں آپؐ کی رحمت کا ایک بہت بڑا مظہر الہدیٰ یعنی قرآن حکیم ہے، جو ہدایت کا کامل ترین ایڈیشن ہے، اور دوسرا دین حق ہے۔ آپؐ کا مشن اللہ کے دین کو غالب کرنا تھا۔ یہ مشن سرزمین عرب کی حد تک مکمل ہو چکا ہے، تاہم اتمامی شان کے ساتھ اِس مشن کی تکمیل اُس وقت ہوگی جب اسلامی نظام کل روئے ارضی پر غالب ہوگا۔ پھر آپؐ کی رحمۃ للعالمینی کا سب سے بڑا مظہر نظام عدل کی صورت میں سامنے آئے گا اور دنیا اس کے ثمرات دیکھے گی۔ اللہ کے نبی ﷺ نے دین حق کو عرب کی حد تک قائم کر دیا اور قیصر روم کو خط لکھ کر بیرون عرب اس کے غلبے کی راہ متعین فرما دی۔ خلفائے راشدین کے دور میں دیکھا گیا کہ دین کے غلبے کے نتیجے میں برکات کا نزول ہوا۔ معاشرہ امن و امان اور خوشحالی کی نعمتوں سے مالا مال ہو گیا۔ انہوں نے کہا کہ طاقت سے کفر کی سرکوبی تو کی گئی لیکن کسی کو تلوار کے زور پر مسلمان نہیں کیا گیا لیکن جب مسلمان کو طاقت مل جائے تو پھر روئے زمین پر دین غالب کرنا لازم ہوگا۔ یہی مسلمانوں کے ایمان کا تقاضا ہے۔ ان کے لئے شہادت کو مطلوب و مقصود ہونا چاہئے۔ انہوں نے کہا کہ ہم ایک خاص مشن کے ساتھ بھیجے گئے ہیں۔ یعنی نوع انسان کو کفر و شرک کے اندھیروں اور ملوکیت کے جبر سے نکال کر اللہ کے نظام کے سائے میں لائیں۔ صحابہؓ کا طریقہ یہ تھا کہ لوگوں کو ایمان کی دعوت دیتے کہ اسلام کو مانو، یا اس کے نظام کے تحت چھوٹے بن کر رہو، روئے زمین پر غلبہ اللہ کے نظام کا ہوگا۔ اگر اسلام کی سربلندی ماننے سے انکار کرتے ہو تو پھر ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ تلوار کرے گی۔ انہوں نے کہا کہ صحابہ کرامؓ کی نظر آخرت پر تھی۔ جہاں جہاں اللہ نے ان کو پہنچایا وہاں انہوں نے اللہ کا نظام قائم کیا۔ اسلامی ریاست کی حدود میں جان، مال، عزت آبرو کی حفاظت ریاست کی ذمہ داری تھی۔ اس عادلانہ نظام کی وجہ سے کروڑوں لوگ مسلمان ہوئے۔ آج دنیا میں 57 مسلم ممالک ہیں مگر کہیں بھی اللہ کا نظام قائم نہیں۔ حد یہ ہے کہ اسلام کے نام پر بننے والے ملک پاکستان میں عائلی قوانین تک غیر اسلامی ہیں۔ ہمارا المیہ یہ بھی ہے کہ آج بنیادی ضروریات کی فراہمی کی ذمہ داری بھی عملاً حکومت لینے کو تیار نہیں ہے۔ وجہ صاف ظاہر ہے کہ ہم اسلام کے نظام کو اختیار کرنے کو تیار نہیں۔ یہ روش اللہ سے بغاوت ہے، اور اسی کی وجہ سے ہم پر اللہ کی پھٹکار ہے، اور ہم امریکہ کے ہر حکم پر، ابلیس کے ایجنٹوں کے ہر حکم پر سر تسلیم خم کر رہے ہیں۔ جو قوم اللہ کے احسانات کی قدر نہیں کرتی، جو الھدیٰ اور دین الحق کے راستے کی اتباع، اسوۂ کاملہ پر عمل نہیں کرتی اس کے ساتھ یہی معاملہ ہوتا ہے۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ جب ہم اسلامی نظام قائم کریں گے۔ تو پھر دنیا کے سامنے آپؐ کی رحمۃ للعالمینی کا مظہر نظام عدل کی صورت میں سامنے آئے گا۔ اسی نظام سے منکرات کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ شریعت کے نفاذ ہی سے برائیوں سے پاک ماحول بنے گا اور آخرت کی کامیابی کی راہ ہموار ہوگی اور دنیا بھی جنت کا نمونہ بنے گی۔ تب حکمران عوام کے آقا نہیں ہوں گے، خادم ہوں گے۔ عوام کے حقوق کے محافظ ہوں گے۔ جیسا کہ حضرت عمر فاروق ؓ کا یہ کہنا تھا کہ اگر دریائے فرات کے کنارے ایک کتا بھی بھوکا مر گیا تو عمر اُس کی موت کا جواب دہ ہوگا۔ امیر تنظیم اسلامی نے اس امر پر افسوس کا اظہار کیا کہ آج اس عادلانہ نظام کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہم خود بنے ہوئے ہیں۔ اگر ہم اس نظام کو اپنے ہاں قائم کر لیں، تو پھر ہی ہم اِسے دنیا میں پروموٹ کر سکتے ہیں۔ اگر ہم اسے خود اپنے ہاں نافذ نہیں کر سکتے تو پھر دنیا کو کس طرح اس کا نقشہ دکھا سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ محمد رسول اللہ ﷺ سے وفا کا طریقہ یہ ہے کہ ہم صحابہ کرام ؓ کے vision کو لے کر آگے بڑھیں۔ صحابہؓ نے تیس سالوں میں اس دین کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا اور ہم نے اس کا یہ حال کر دیا ہے کہ آج دنیا کے کسی ایک خطے میں بھی یہ غالب اور قائم نہیں۔ انہوں نے کہا کہ اسلام کا غلبہ بالآخر ہونا ہے۔ کیونکہ رسول ﷺ کی پیشین گوئی ہے کہ پورے گلوب پر اسلام غالب ہو کر رہے گا۔ مگر سوچنے کی بات یہ ہے کہ اس مقدس مشن میں ہم اپنی ذمہ داری کس حد تک ادا کر رہے ہیں۔ آخر میں امیر تنظیم اسلامی نے تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کیا اور اس محفل کی قبولیت کی دعا کی۔ انہوں نے رفقاء تنظیم کی جانفشانی اور محنت پر اُن کا بھی شکریہ ادا کیا۔ انھوں نے ناموس رسالت ﷺ کی مہم میں صاحب زادہ ابوالخیر کی کاوشوں کا حوالہ دیا اور کہا کہ آئندہ بھی نفاذ شریعت کے لئے اس پلیٹ فارم سے جدوجہد جاری رکھی جائے۔

محترم صاجزادہ ابوالخیر کی دعا پر اس پروگرام کا اختتام ہوا۔ اس کانفرنس میں 1300 مرد اور 450 خواتین نے شرکت کی۔

بسلسلۂ آنحضورﷺ پر نبوت و رسالت کی تکمیل (iv)

نبی اکرم ﷺ کی بعثت عمومی اور اسلام کا عالمی غلبہ

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کا فکر انگیز خطاب

حضورﷺ کو جو دو چیزیں دی گئیں، یعنی الہدیٰ اور دین حق، الہدیٰ کے ضمن میں حضورﷺ پر جو فرض تھا وہ پہنچا دینا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۶۷﴾﴾

(المائدہ)

”اے پیغمبر! جو ارشادات اللہ کی طرف سے تم پر نازل ہوئے ہیں سب لوگوں کو پہنچا دو۔ اور اگر ایسا نہ کیا تو تم اللہ کے پیغام پہنچانے میں قاصر رہے۔ (یعنی پیغمبری کا فرض ادا نہ کیا) اور اللہ تم کو لوگوں سے بچائے رکھے گا۔ بیشک اللہ منکروں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

اور قیامت کے دن اس بارے میں پوچھا جائے گا۔ جیسا کہ سورۃ الاعراف میں فرمایا گیا:

﴿فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِیْنَ اُرْسِلَ اِلَیْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۶﴾﴾ (الاعراف)

”تو جن لوگوں کی طرف پیغمبر بھیجے گئے ہم ان سے بھی پرسش کریں گے اور پیغمبروں سے بھی پوچھیں گے۔“

حضورﷺ نے یہ فرض بتمام وکمال پورا فرما دیا اور خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر سوا لاکھ صحابہ رضی اللہ عنہم کے مجمع سے خطاب میں صحابہ کرامؓ سے یہ گواہی بھی لے لی کہ ”کیا میں نے (پیغام رب) پہنچا دیا؟“ صحابہؓ نے جواب دیا ”ہاں، حضورﷺ ہم گواہ ہیں کہ آپؐ نے حق رسالت ادا کر دیا۔ (یہ قرآن جو اللہ نے آپؐ پر اتارا گیا تھا، یہ آپ کے پاس امانت تھا) آپؐ نے حق امانت ادا کر دیا۔ آپؐ نے خیر خواہی کا حق بھی ادا کر دیا، اور گمراہی کے اندھیروں کے بادل چھانٹ دیئے“۔ یہ گواہی آپؐ نے اس لیے لی کہ مذکورہ آیات آپؐ کے سامنے تھیں۔ آخر رسول بھی اللہ کا بندہ ہوتا ہے کہ اُس سے بھی تو محاسبہ ہوگا۔ تو الہدیٰ کے ضمن میں آپؐ کی بنیادی ذمہ داری اس کی تبلیغ ہے، اور دین حق کا تقاضا کیا ہے؟ اُسے قائم کرو۔ یہ صرف تبلیغ کی شے نہیں ہے بلکہ اسے غالب کرو، قائم کر کے دکھاؤ، یہ تکمیل رسالت کا تقاضا ہے۔ آپؐ کو تمام انسانوں کے لیے بشیر ونذیر بنا کر بھیجا گیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا﴾

(السبا:28)

”اور (اے محمدﷺ) ہم نے تم کو تمام لوگوں کے لئے خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔“

آپؐ سے پہلے کسی بھی رسول کو تمام انسانیت کی طرف نہیں بھیجا گیا۔ جتنے بھی رسول آئے اپنی قوم کی طرف آئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود فرماتے تھے کہ میں تو اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کی تلاش میں آیا ہوں۔ یہاں تک کہ انہوں نے اپنے حوارین سے یہ بھی کہا تھا کہ gentiles میں جا کر تبلیغ نہ کرنا، صرف بنی اسرائیل میں تبلیغ کرنا۔ محمدﷺ پہلے اور آخری رسول ہیں جو پوری نوع انسانی کے لیے بھیجے گئے۔ ہدایت اور نبوت ورسالت کی تکمیل کا تعلق انسان کے ذہنی وفکری اور تمدنی ارتقاء سے ہے۔ ذہنی فکری ارتقاء کے ساتھ ساتھ آسمانی ہدایت میں اضافہ ہوتا گیا، یہاں تک کہ الہدیٰ، کامل ہدایت نامہ کے نزول کا مرحلہ آیا۔ دوسری جانب تمدنی ارتقاء کے نتیجے میں انسان غاروں سے لے کر سلطنتوں کے دور تک آ پہنچا، تب دین حق آ گیا۔ تمدنی ارتقاء کے نتیجے میں حضورﷺ کے زمانے میں رسل و رسائل اس قدر پیدا ہو گئے تھے کہ ایک دعوت تمام انسانوں تک پہنچ سکتی تھی۔ چنانچہ آپؐ کی بعثت پوری نوع انسانی کے لیے ہوئی۔ آپؐ کی رسالت پوری نوع انسانی کے لیے ہے۔ آپؐ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا۔

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۰۷﴾﴾

(الانبیاء)

”اور (اے محمدؐ!) ہم نے تم کو تمام جہان کے لئے رحمت (بنا کر) بھیجا ہے۔“

سورۃ الاعراف میں فرمایا:

﴿قُلْ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا﴾ (آیت 158)

”اے لوگو، میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔“

آپؐ کا مقصد بعثت ہی یہ تھا کہ دین کو غالب کریں۔

﴿هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ......﴾ (الصف:9)

”وہی ہے اللہ جس نے بھیجا اپنے رسول (محمدؐ) کو الہدیٰ (قرآن حکیم) دے کر اور دین الحق کے ساتھ، تا کہ وہ اُسے پورے کے پورے دین پر غالب کریں۔“

علی الدین کلہ (کل نظام اطاعت پر) فرما کر اُمت کو یہ بتا دیا ہے کہ تعمیل وقیام دین میں مائنس ون، مائنس ٹو کی گنجائش نہیں۔ یہ دین ایک مکمل پیکیج ہے۔ لینا ہے تو پورا لو، اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔ دین کو پورے طور سے غالب کرو۔ اس طور سے غالب کرو کہ پورا نظام زندگی اس کے تابع ہو جائے۔ سیاسی نظام اس کے تحت ہو۔ حاکمیت اعلیٰ نہ تو شخص واحد کی ہو، نہ جمہور کی بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کی ہو۔ معاشی نظام اسلام کے تحت ہو۔ سود اور جوئے کی بیخ کنی ہو۔ شراب بنانے اور پینے پلانے کا بالکل خاتمہ ہو جائے۔ عصمت فروشی کو ذریعۂ کمائی بنانا ختم ہو جائے۔ اشتہاروں میں عورتوں کی تصویروں کے ذریعے کمائی کا انسداد ہو جائے۔ ان سب چیزوں پر پابندی ہو۔ تب ہی عصمت وعفت کے پاکیزہ تصورات فروغ پائیں گے اور انسان کی خاندانی اور سماجی زندگی کو استحکام حاصل ہوگا۔

حضور اکرمﷺ کی بعثت کے دو حصے ہیں۔

سورۃ الجمعہ میں فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۲ وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۳﴾

’’وہی تو ہے جس نے امیین میں انہی میں سے (محمد کو) پیغمبر بنا کر بھیجا جو ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتے اور ان کو پاک کرتے اور انہیں (خدا کی) کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں۔ اور اس سے پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔ اور ان میں سے اور لوگوں کی طرف بھی (ان کو بھیجا ہے) جو ابھی ان (مسلمانوں سے) نہیں ملے اور وہ غالب حکمت والا ہے۔‘‘

آپ کی بنیادی بعثت اُمیین کی طرف ہے۔ اسی لیے ان کی زبان میں یہ قرآن نازل ہوا ہے۔ امیین جو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں اور دیگر مشرکین عرب جو ان سے ملتے ہیں، اُمت کی تشکیل میں ان کی حیثیت مرکزہ کی سی ہے۔ اُن کے بعد اسلام میں ایرانی، بربر، ہندی اور ترک داخل ہوتے۔ یہ گویا الیکٹرانز ہیں جو چاروں طرف چکر لگا رہے ہیں۔ آپ ؐ کی بعثت عمومی کل نوع انسانی کی طرف ہے۔ ﴿وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ﴾ میں اسی کی طرف اشارہ ہے کہ انہی میں سے اور بھی ہیں جو ابھی ان میں شامل نہیں ہوئے، یہ بھی بالآخر اسی اُمت کا حصہ بن جائیں گے۔ اس حوالے سے تکمیل رسالت کے دو پہلو ہو گئے۔ ایک یہ کہ آپ ؐ پر رسالت کا یہ حق ہے کہ دین کو غالب کر کے دکھائیں، تاکہ دنیا یہ نہ کہے کہ اسلام پیغام تو بہت اچھا ہے کہ لیکن ناقابل عمل ہے۔ حضور ﷺ سے تقریباً ایک ہزار سال پہلے افلاطون نے ایک کتاب "Republic" کے نام سے لکھی تھی، جس میں اپنی خیالی ریاست کا آئیڈیا پیش کیا تھا۔ لیکن ساری دنیا جانتی ہے کہ ریاست سے متعلق اُس کا آئیڈیا ایک خواب ہی تھا جو اس نے دیکھا تھا۔ وہ ہونے والی بات نہیں تھی۔ تو حضور ﷺ نے اسلام کے نظام عدل کے متعلق جو باتیں کہی تھیں، اگر آپ ؐ اسلامی نظام کو قائم کر کے نہ دکھاتے تو لوگ یہی کہتے کہ یہ ہونے والی بات نہیں ہے، یہ نری شاعری ہے۔ اگر اسلامی نظام قابلِ عمل ہوتا تو پیغمبر اسلام اُسے قائم کر کے دکھا دیتے۔ لوگ کہتے قوم کا سردار خادم ہوتا ہے، یہ بہت اچھی بات ہے، لیکن یہ عملاً ہو نہیں سکتی، یہ ناممکن ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ قوم کا سردار ہو اور رات کے وقت ایک غریب عورت اور اس کے بچوں کے لیے آٹے کی بوری اپنے کندھے پر لاد کر لا رہا ہو۔ اِسی طرح یہ بات بھی انہونی لگتی کہ لاکھوں مربع میل کا حکمران پیدل چل کر یروشلم میں داخل ہو رہا ہے اور اُس کا خادم اونٹ پر سوار ہے۔ اسلامی تاریخ کا واقعہ ہے کہ مسلمان کی فوجوں نے یروشلم کا گھیراؤ کیا۔ لیکن یہ شہر فتح نہیں ہو رہا تھا۔ خلیفہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں درخواست آئی کہ آپ ؓ یہاں تشریف لائیں۔ تب ہی بیت المقدس فتح ہو گا۔ اس لیے کہ وہاں کے عیسائی علماء نے مسلمانوں سے کہا تھا کہ ہماری کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ یہ شہر جس شخص کے ہاتھوں فتح ہو گا اس میں فلاں فلاں نشانیاں ہوں گی اور یہ نشانیاں تم میں نہیں ہیں۔ لہٰذا یہ کبھی تمہارے ہاتھوں فتح نہیں ہو گا، چاہے تم قیامت تک یہاں پڑے رہو۔ اس لیے کہ یروشلم کی فصیلیں بہت اونچی تھیں اور اندر ہر چیز موجود تھی۔ مسلمانوں کے پیغام پر خلیفہ یروشلم روانہ ہو گئے۔ سات سو میل کا سفر تھا۔ ایک اونٹ اور ایک خادم ساتھ تھا۔ کوئی خدم و حشم نہیں، کوئی باڈی گارڈ نہیں۔ چونکہ ایک ہی اونٹ تھا، اور اُس پر راستے کا راشن بھی تھا، لہٰذا ایک وقت میں ایک ہی آدمی اُس پر بیٹھ سکتا ہے۔ اب اسلامی مساوات کے اصول کے تحت خلیفہ نے یہ طے کیا کہ ایک منزل اونٹ پر خلیفہ سوار ہوں، اور خادم اونٹ کے آگے آگے چلے اور اگلی منزل خادم اوپر بیٹھیں اور خلیفۂ وقت اونٹ کی نکیل پکڑ کر آگے چلیں۔ جب یہ یروشلم پہنچے تو خادم کی باری تھی۔ چنانچہ لوگوں نے دیکھا کہ خلیفہ اونٹ کی نکیل تھامے آگے آگے پیدل چلے آ رہے ہیں اور خادم اونٹ پر سوار ہے۔ یہ ہے اسلامی مساوات کا عملی نمونہ جس کی نظیر کہیں پیش ہی نہیں کی جا سکتی۔ جب ہمیں یہ معلوم ہوا کہ چون این لائی کی بیٹی بھی سائیکل پر سکول جاتی تھی، مصر کے حکمران جمال ناصر کی بیٹی بھی سائیکل پر سکول جایا کرتی تھی تو ہمیں اُن کی عظمت کا احساس ہوا۔ اسی طرح یہ بات بھی ہمارے لیے خوشگوار حیرانی کا باعث بنی کہ جب ہندوستان کا وزیر ریلوے لال بہادر شاستری مرا تو پورے ہندوستان میں اس کا کوئی گھر نہیں تھا اور اس کی بیوی اپنے ہاتھ سے کھانا پکاتی تھی۔ لیکن یہ ساری کی ساری بلندیاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی گرد کو بھی نہیں پا سکتیں۔ اگر آپ ان سب لوگوں کو جمع کر لیں، پھر بھی یہ عمر رضی اللہ عنہ کے آس پاس بھی نہیں آئیں گے۔ یہ صرف محمد رسول اللہ ﷺ کا کارنامہ ہے کہ آپ ؐ نے عدل و مساوات پر مبنی نظام بالفعل قائم کر کے دکھا دیا۔ آپ ؐ کو حکم تھا کہ اس کو قائم کرو اور دنیا پر حجت قائم کر دو، تاکہ لوگ جان لے کہ دین یہی ہے، حق یہی ہے، نظام یہی ہے۔ اسی نظام میں انسان کی فلاح ہے۔ اسی میں اس کی بہبود ہے۔ اسی میں اخلاقیات کی بلندی ہے۔ اسی میں تہذیب کی مضبوطی ہے۔ اسی میں تمدنی تقاضے پورے ہو سکتے ہیں۔

تکمیل رسالت کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ حضور ﷺ کو پوری نوع انسانی کے لیے بھیجا گیا۔ اب کوئی اور نبی اور رسول نہیں آئے گا۔ لہٰذا جب تک پورے عالم انسانیت پر اللہ تعالیٰ کا دین غالب نہیں ہو جاتا، آپ ؐ کا مقصد بعثت اظہار دین حق اتمامی شان کے ساتھ پورا نہیں ہو گا۔ آپ ؐ کا مشن ایک درجہ میں تو پورا ہو گیا کہ جزیرۂ نمائے عرب پر اللہ کے دین کا غلبہ ہو گیا۔ لیکن یہ تکمیل کُلّی نہیں ہے، اس لیے کہ آپ ؐ صرف عرب کے لیے نہیں آئے تھے، پوری نوع انسانی کے لیے بھیجے گئے تھے۔ لہٰذا جب تک پوری نوع انسانی تک وہ ہدایت نہ پہنچے، اور کل روئے ارضی پر وہ نظام قائم نہ ہو، اس وقت تک اس مشن کو آگے بڑھانے کا کام باقی رہے گا۔ اسی لیے علامہ اقبال نے کہا تھا ؎

وقت فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

یہ کام اس اُمت کو کرنا ہے۔ اگر امت یہ کام نہیں کرتی تو وہ مجرم ہے۔ ہاں، کوشش کے باوجود اگر دین غالب نہیں ہوتا تو یہ دوسری بات ہے۔ کام کرنے والے اللہ کے ہاں سرخرو ہو جائیں گے۔ لیکن اگر اس کام میں کوتاہی ہو رہی ہے، تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ایسا کرنے والوں کا حضور ﷺ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، اگرچہ وہ اپنی جگہ سچے اُمتی بنے پھرتے ہوں۔ اس لیے کہ آپ ؐ نے فرمادیا کہ ((مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ)) ’’جس نے میری سنت سے منہ موڑا، اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔‘‘

اسلام کا غلبہ بالآخر ہو کر رہنا ہے۔ اس کا صغریٰ و کبریٰ قرآن مجید میں موجود ہے۔ اللہ کا اٹل فیصلہ ہے کہ یہودیوں کی سازشوں کے علی الرغم نور توحید کا اتمام اور دین حق کا غلبہ ہو کر رہے گا۔ اس کے لیے صغریٰ یہ آیات ہیں:

﴿يُرِيۡدُوۡنَ لِيُطۡفِــُٔوۡا نُوۡرَ اللّٰهِ بِاَفۡوَاهِهِمۡ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوۡرِهٖ وَلَوۡ كَرِهَ الۡكٰفِرُوۡنَ (32)﴾ (التوبة)

"یہ چاہتے ہیں کہ اللہ (کے چراغ) کی روشنی کو منہ سے (پھونک مار کر) بجھا دیں حالانکہ اللہ اپنی روشنی کو پورا کر کے رہے گا خواہ کافر ناخوش ہی ہوں۔"

﴿هُوَ الَّذِىۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰى وَدِيۡنِ الۡحَقِّ لِيُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّيۡنِ كُلِّهٖ......﴾ (الصف:9)

"وہی ہے اللہ جس نے بھیجا اپنے رسول (محمدؐ) کو الھدیٰ (قرآن حکیم) دے کر اور دین الحق کے ساتھ، تاکہ وہ اُسے پورے کے پورے دین پر غالب کریں۔"

کبریٰ کیا ہے؟ کبریٰ درج ذیل آیت ہے:

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسۡتَخۡلِفَنَّهُمۡ فِى الۡاَرۡضِ كَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ۖ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمۡ دِيۡنَهُمُ الَّذِى ارۡتَضٰى لَهُمۡ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِهِمۡ اَمۡنًا ؕ يَعۡبُدُوۡنَنِىۡ لَا يُشۡرِكُوۡنَ بِىۡ شَيۡــًٔا ؕ وَمَنۡ كَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۤئِكَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ﴿۵۵﴾﴾ (النور)

"جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان سے خدا کا وعدہ ہے کہ ان کو زمین کی خلافت عطا فرمائے گا، جیسا ان سے پہلے لوگوں کو عطا کی تھی اور ان کے دین کو جسے اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے مستحکم و پائیدار کرے گا اور خوف کے بعد ان کو امن بخشے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے (اور) میرے ساتھ کسی اور کو شریک نہ بنائیں گے اور جو اس کے بعد کفر کرے تو ایسے لوگ بدکردار ہیں۔"

اہل ایمان سے کہا جا رہا ہے کہ انہیں خلافت مل کر رہے گی۔ جب یہ آیت نازل ہوئی اُس وقت مدینے میں حالات انتہائی مخدوش تھے۔ ہر وقت اندیشہ رہتا تھا کہ ابھی کفریہ لشکر آئے گا اور حملہ آور ہو جائے گا۔ لیکن پھر دنیا نے دیکھا کہ اہل اسلام کو غلبہ حاصل ہوا، یہاں تک کہ فتح مکہ کے بعد انقلاب اسلامی کی تکمیل ہو گئی، اور لوگ گروہ در گروہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ دور خلافت راشدہ میں یہ نظام جزیرۂ نما عرب سے باہر 22 لاکھ مربع میل کے علاقے میں پھیل گیا۔ خلافت علی منہاج النبوۃ کا دور اب دوبارہ آ کر رہے گا۔ یہ بات ایک طویل حدیث سے معلوم ہوتی ہے جس میں حضور ﷺ نے اپنے زمانے سے لے کر قیامت تک پانچ ادوار گنا دیے ہیں۔

عَنِ النُّعۡمَانِ بۡنِ بَشِيۡرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنۡهُمَا عَنۡ حُذَيۡفَةَ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ ﷺ: ((تَكُوۡنُ النُّبُوَّةُ فِيۡكُمۡ مَاشَاءَ اللّٰهُ اَنۡ تَكُوۡنَ ثُمَّ يَرۡفَعُهَا اِذَا شَاءَ اَنۡ يَّرۡفَعَهَا ثُمَّ تَكُوۡنُ خِلَافَةٌ عَلٰى مِنۡهَاجِ النُّبُوَّةِ، فَتَكُوۡنُ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنۡ تَكُوۡنَ ثُمَّ يَرۡفَعُهَا اِذَا شَاءَ اللّٰهُ اَنۡ يَّرۡفَعَهَا ثُمَّ تَكُوۡنُ مُلۡكًا عَاضًّا فَيَكُوۡنُ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنۡ يَكُوۡنَ ثُمَّ يَرۡفَعُهَا اِذَا شَاءَ اَنۡ يَرۡفَعَهَا ثُمَّ تَكُوۡنُ مُلۡكًا جَبۡرِيَّةً فَتَكُوۡنُ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنۡ تَكُوۡنَ ثُمَّ يَرۡفَعُهَا اِذَا شَاءَ اَنۡ يَّرۡفَعَهَا ثُمَّ تَكُوۡنُ خِلَافَةً عَلٰى مِنۡهَاجِ النُّبُوَّةِ)) ثُمَّ سَكَتَ

(رواہ احمد)

حضرت نعمان بن بشیر ؓ، حضرت حذیفہ ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "دورِ نبوت تم میں اُس وقت تک رہے گا جب تک اللہ چاہے گا، پھر جب وہ اس کو ختم کرنا چاہے گا اس کو ختم کر دے گا۔ پھر نبوت کی طرز پر خلافت کا دور ہو گا۔ پھر وہ دور رہے گا جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا، پھر وہ اس کو ختم کر دے گا جب وہ اس کو ختم کرنا چاہے گا۔ پھر کاٹ کھانے والی بادشاہت ہو گی۔ وہ دور بھی اُس وقت تک رہے گا جب تک اللہ چاہے گا، پھر جب وہ اس کو ختم کرنا چاہے گا تو ختم کر دے گا۔ پھر جبر کی فرماں روائی (غلامی کی بادشاہت) ہو گی، وہ رہے گی جب تک اللہ چاہے گا، پھر وہ اس کو ختم کر دے گا جب وہ اسے ختم کرنا چاہے گا۔ پھر نبوت کے طرز پر دوبارہ خلافت قائم ہو گی۔" پھر آپ ﷺ خاموش ہو گئے۔

حدیث کے مطابق اُمت کا پہلا دور دورِ نبوت ہے۔ اس کے بعد خلافت علی منہاج النبوۃ کا دور آئے گا۔ پھر ظالم بادشاہت کا زمانہ آئے گا۔ پھر غلامی والی بادشاہت کا دور آئے گا۔ اس سے مراد اس وقت نہ جانے کیا سمجھی گئی ہو گی، مگر آج یہ بات بآسانی سمجھ میں آتی ہے۔ اس سے مراد عالم اسلام پر استعمار کی حکمرانی کا عہد ہے۔ دور استعمار سے پہلے مسلمانوں پر اچھے یا برے جیسے بھی تھے مسلمان ہی حکمران تھے۔ یہ چاہے بہت بُرے تھے یا بہت اچھے تھے، لیکن تھے یہ مسلمان، اور محمد ﷺ ہی کے نام لیوا تھے۔ مگر دور استعمار میں پورے عالم اسلام پر کہیں انگریز، کہیں فرانسیسی، کہیں ولندیزی، کہیں اٹالینز، کہیں فرنچ قابض ہو گئے اور مسلمان غیروں کے محکوم ہو گئے۔ اس کے بعد پانچواں دور دوبارہ خلافت علی منہاج النبوۃ کا آئے گا۔ اس دور میں منہاج نبوت پر دوبارہ خلافت قائم ہو گی۔ یہ وقت آنے والا ہے۔ یہ خبر صادق المصدوق محمد رسول اللہ ﷺ نے دی ہے۔ (جاری ہے)

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

بقیہ: اے اہل کلیسا! ....

تصدیق کرنے والی تھی اور اللہ تعالیٰ کا ترس رکھنے والوں کے لیے سراسر ہدایت اور نصیحت تھی۔" (المائدۃ:46)

"اور جب میں نے حواریوں کو اشارہ کیا کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ تب انہوں نے کہا ہم ایمان لائے اور گواہ رہو کہ ہم مسلم ہیں۔" (المائدۃ:111)

"(حواریوں کے سلسلہ میں) یہ واقعہ بھی یاد رہے کہ جب حواریوں نے کہا کہ اے عیسیٰؑ ابنِ مریمؑ، کیا آپ کا رب ہم پر آسمان سے کھانے کا ایک خوان اتار سکتا ہے؟ تو عیسیٰؑ نے کہا اللہ سے ڈرو اگر تم مومن ہو۔ انہوں نے کہا ہم بس یہ چاہتے ہیں کہ اس خوان سے کھانا کھائیں اور ہمارے دل مطمئن ہوں اور ہمیں معلوم ہو جائے کہ آپ نے جو کچھ ہم سے کہا ہے وہ سچ ہے اور ہم اس پر گواہ ہوں۔ اس پر عیسیٰؑ نے دعا کی۔ ہمارے رب ہم پر آسمان سے ایک خوان نازل کر جو ہمارے لیے اور اگلے پچھلوں کے لیے خوشی کا موقع قرار پائے اور تیری طرف سے ایک نشانی ہو، ہم کو رزق دے اور تو بہترین رازق ہے۔ اللہ نے جواب دیا: میں اس کو تم پر نازل کرنے والا ہوں، مگر اس کے بعد جو تم میں سے کفر کرے گا اسے میں ایسی سزا دوں گا جو میں نے کسی کو نہ دی ہو گی۔" (المائدۃ:112،115)

"اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ بے حقیقت باتیں ہیں جو وہ اپنی زبانوں سے نکالتے ہیں۔ ان لوگوں کی دیکھا دیکھی جو ان سے پہلے کفر میں مبتلا ہوئے تھے۔ اللہ کی مار ان پر۔ یہ کہاں سے دھوکا کھا رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا اپنا رب بنا لیا ہے۔ اور اسی طرح مسیح ابن مریم کو بھی۔ حالانکہ ان کو ایک معبود کے سوا کسی کی بندگی کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔ وہ جس کے سوا کوئی مستحقِ عبادت نہیں، پاک ہے وہ ان مشرکانہ باتوں سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔" (التوبۃ:31)

(ان آیات کا ترجمہ اور ان کی ترتیب مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی کتاب: یہودیت و نصرانیت کے حصہ دوم "نصرانیت" سے ماخوذ ہے)۔

بسلسلۂ محاضرات قرآنی

ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی قرآنی، دینی اور ملی خدمات

کے موضوع پر منعقدہ سیمینار کے دوسرے سیشن کی مفصل روداد

رپورٹ: محبوب الحق عاجز

بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم ومغفور کی قرآنی، دینی اور ملی خدمات کے حوالے سے دو روزہ سیمینار 19، 20 مارچ 2011ء کو قرآن آڈیٹوریم لاہور میں منعقد ہوا۔ سیمینار کے پہلے سیشن (19 مارچ) کی رپورٹ گزشتہ شمارے میں شائع کی گئی تھی، دوسرے سیشن (20 مارچ) کی رپورٹ زیر نظر صفحات میں پیش کی جاری ہے۔ دوسرے روز بھی مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے اہل فکر ودانش نے مدرس ومفسر قرآن اور داعیٔ خلافت کی دینی وملی خدمات پر روشنی ڈالی، اور انہیں خراج عقیدت پیش کیا۔ جن مقررین نے اظہار خیال کیا اُن میں ڈاکٹر عبدالسمیع، ڈاکٹر صہیب حسن، سلیم منصور خالد، ڈاکٹر سہیل عمر، ڈاکٹر محمد سعد صدیقی اور محمد عمار خان ناصر شامل تھے۔ پروگرام کا باقاعدہ آغاز بعد نماز مغرب تلاوت قرآن حکیم سے ہوا۔ جس کی سعادت قاری احمد ہاشمی نے حاصل کی۔

ڈاکٹر عبدالسمیع ــــ صدر انجمن خدام القرآن فیصل آباد

تلاوت کے بعد ڈاکٹر عبدالسمیع نے جو سٹیج سیکرٹری کی ذمہ داری بھی انجام دے رہے تھے، ’’اسلام کی نشاۃ ثانیہ: کرنے کا اصل کام‘‘ کے حوالے سے بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کی فکر پر گفتگو کی۔ انہوں نے اپنے مختصر خطاب میں احیاء اسلام کے لیے ڈاکٹر صاحب کی اساسی فکر کا اجمالی تذکرہ کیا جو اُن کے کتابچہ ’’اسلام کی نشاۃ ثانیہ: کرنے کا اصل کام‘‘ میں پیش کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر عبدالسمیع نے کہا کہ یہ کتابچہ دراصل ڈاکٹر صاحب کا منشور ہے۔ اسی کے اردگرد ان کی فکر گھومتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ مغربی فکر وفلسفہ اس وقت پوری دنیا میں چھایا ہوا ہے۔ مغربی فکر کی اساس خدا، روح اور حیات بعد الممات کے انکار پر ہے۔ یہ وہ حقیقتیں ہیں جنہیں ہماری آنکھیں دیکھ نہیں سکتیں۔ مغربی فکر نے بڑی عیاری کے ساتھ انسان کا رشتہ ان سے توڑنے کی کوشش کی۔ دنیا کو یہ سبق دیا گیا کہ خالق کی بجائے کائنات کو روح کی بجائے مادہ کو اور آخرت کی بجائے دنیا کو اہمیت دو۔ اس فکر کے توڑ اور اُس کے خوفناک اثرات سے بچنے کے لیے مسلمانوں نے اپنے اپنے انداز سے کوششیں کیں۔ یہ کوششیں تین خطوط پر ہوئیں۔ ایک تو وہ لوگ تھے جنہوں نے اسلام کی ایسی تعبیر کردی جو اسلام سے زیادہ مغربی تعبیر تھی۔ مصر میں مفتی محمد عبدہ اور برصغیر میں سرسید احمد خان ان لوگوں کے سرخیل تھے۔ ان کی کوششوں سے دین ومذہب کی جان نکل کر رہ گئی اور اسلام کا کم وبیش لامذہبی ایڈیشن تیار ہوا۔ یہی لوگ ایوان ہائے اقتدار تک پہنچتے رہے اور اقتدار واختیار کی باگیں انہی کے پاس ہیں۔ دوسرے وہ مسلمان مفکر ہیں جنہوں نے اسلام کو بہت عمدہ انداز میں پیش کیا، جس سے دلوں میں یہ یقین پیدا ہوا کہ اسلام باقی نظام ہائے زندگی سے بہتر ہے۔ پھر ایک اور تحریک اُٹھی جس نے ایمان کی آبیاری کی کوشش کی۔ یہ تبلیغی تحریک تھی۔ لیکن اس تحریک میں اصل تخاطب عقل سے نہیں جذبات سے ہے، لہٰذا مغرب سے متاثرہ عقلیت زدہ لوگ اس سے اثر پذیر نہیں ہوتے۔ انہوں نے کہا کہ جو لوگ مسلم ممالک، بالخصوص پاکستان میں اقتدار کے ایوانوں تک پہنچتے ہیں، وہ یہی مغربی فکر وفلسفہ سے متاثرہ طبقے کے لوگ ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ تجدید ایمان کی تحریک برپا کی جائے۔ اس مقصد کے لیے ایک زبردست علمی تحریک اُٹھے جو سوسائٹی کے اعلیٰ ترین طبقات اور معاشرے کے ذہین ترین عناصر کے فکر ونظر میں انقلاب برپا کردے۔ ڈاکٹر صاحب سمجھتے تھے کہ اگر ان لوگوں میں ایمان کی تخم ریزی نہ کی گئی تو اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوسکے گا۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے انہوں نے انجمن خدام القرآن قائم کی۔ قرآن اکیڈمی اور قرآن کالج جیسے تعلیمی ادارے قائم کیے اور نوجوانوں کے لیے دینی کورسز کا اجرا کیا۔

پروفیسر سلیم منصور خالد ــــ (منصورہ، لاہور)

جناب سلیم منصور خالد علالت کے باعث پروگرام میں شریک نہ ہوسکے۔ اُن کا بھیجا گیا مقالہ بعنوان ’’بیدار عزائم ہوتے ہیں، اسرار نمایاں ہوتے ہیں‘‘ قرآن اکیڈمی کے استاد شہرام اقبال نے پڑھا۔ سلیم منصور نے اپنے مقالے میں کہا کہ محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ ایسے خوش نصیب لوگوں کی صف میں شامل تھے کہ جنہوں نے خدمت دین کے لیے اپنی صلاحیتوں کو زندگی کے آخری سانس تک کھپا دیا۔ اسرار احمد صاحب کی زندگی پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسکول کے زمانے یعنی کلاس ہشتم ہی سے قومی واجتماعی سرگرمیوں میں حصہ لے رہے تھے، تب وہ پنجاب مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے کارکن رہے اور پھر مقامی یونٹ کے سیکرٹری بنے۔ انہوں نے کہا کہ محترم ڈاکٹر صاحب کو میں نے پہلی بار نومبر 1972ء میں اس وقت سنا، جب وہ سول لائنز گوجرانوالہ میں ’فریضۂ اقامت دین‘ کے موضوع پر خطاب کرنے تشریف لائے۔ اس قدر واضح، سلیس، دل میں اتر جانے اور عمل پر ابھارنے والے اسلوب نے بہت متاثر

کیا۔انہوں نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب زندگی کو کوئی عام تجربہ نہیں بلکہ ایک سنجیدہ معاملہ سمجھتے ہیں اور اس مہلت عمر کو احساس ذمہ داری کے ساتھ برتنے پر اپنے مخاطب کو ابھارتے ہیں۔عام لوگوں کے لیے اسلامی جمعیت طلبہ پر تنقید کرنا بڑا آسان اور جمعیت میں رہ کر کام کرنا سخت مشکل ہے۔اور یہ کوئی آج کا معاملہ نہیں ہے پہلے بھی یہی صورت حال تھی۔البتہ زمان و مکان کی تبدیلی کے ساتھ چیلنج ضرور تبدیل ہوتے رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ لاہور میں، پنجاب میں جمعیت کے اس صدقہ جاریہ کو وسعت دینے کے لیے اوّلیت کا اعزاز ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کو حاصل ہوا، جنہوں نے ناظم لاہور اور ناظم صوبہ پنجاب جمعیت کی حیثیت سے بھرپور کام کیا اور جمعیت کو ایک سوشل کلب سے تبدیل کر کے اس علاقے میں اسلامی تحریک کا ہراول دستہ بنا دیا۔انہوں نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب کی خدمات کے اعتراف اور بعض امور سے اختلاف پر اہل علم اپنے خیالات کا اظہار کرتے رہیں گے،البتہ چند نکات مجھے سوچنے پر مجبور کرتے رہے۔اُن میں سے ایک یہ ہے کہ جماعت سے علیحدگی کے دس بارہ سال بعد انہوں نے اپنے طریق کار کو جس طرح مولانا محمود حسن، علامہ محمد اقبال، مولانا ابوالکلام آزاد وغیرہ کے فکر و پیام کا مظہر قرار دینے اور طبقۂ علما کو قائل کرنے کی کوشش کی، امرِ واقعہ یہ ہے کہ بہت سے علماء کی دنیا نے ان کی مساعی کو اس خوش دلی سے قبول نہیں کیا، جس کی ضرورت تھی بلکہ ایک فاصلہ بھی رکھا۔دراصل مذہبی مکاتب فکر کی دنیا اتنی سخت جان ہے کہ اپنے لیبل کے علاوہ دوسرے لیبل کو شک اور گاہے رقابت کی نظر سے دیکھتی اور گمراہ قرار دے کر اسے مسترد کرنے کے میں بہت فعال نظر آتی ہے۔

ڈاکٹر صہیب حسن ——(لندن)

ڈاکٹر صہیب حسن نے ”ڈاکٹر اسرار احمد کا تصور خلافت“ پر گفتگو کی۔انہوں نے کہا کہ ڈاکٹر اسرار احمد نے مولانا آزاد کی صدائے خلافت کو بازگشت عطا کی۔ آزاد کے ہاں تو صرف تصور ہی تصور تھا، ڈاکٹر اسرار نے اُسے تحریک کا جامہ پہنایا اور پاکستان کے در و دیوار اس آواز سے گونج اُٹھے۔انہوں نے خلافت کے ایک ایک جزو کو تفصیلاً بیان کیا، اُس کو بال و پر عطا کیا، نظام خلافت کے نو نکات کو اہداف تنظیم میں شامل کیا۔ ڈاکٹر اسرار، مولانا مودودی اور آزاد کی مانند انسان کو خلیفۃ اللہ مانتے ہیں، اور اس پر نکیر کرنے والوں کو بے اعتنائی سے دیکھتے ہیں لیکن اصولی طور پر وہ خود بھی مانتے ہیں کہ گو انسان اللہ کا نائب ہے لیکن پاپائیت کی طرح وہ حقوق الٰہی کا مالک بن کر لوگوں کی گردنوں پر سوار نہیں ہو سکتا، بلکہ دراصل خلیفہ وقت لوگوں کی نیابت کرتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کی منطقی نتیجہ ہے کہ خلافت اسلامیہ قائم کی جائے جو کہ ایک نظریاتی ریاست ہوگی جس میں قرآن و سنت کی بالادستی کو یقینی بنایا جائے۔ وہ کہتے ہیں کہ زمانہ نبوت تک شخصی خلافت کا تصور تھا یعنی نبی ہی صاحب امر ہوا کرتا تھا جیسے داؤد اور سلیمان علیہم السلام اپنے وقت میں اور رسول اللہ ﷺ اپنے زمانہ میں۔لیکن پھر اجتماعی خلافت کا تصور اُبھرا جس کا آغاز حضرت ابوبکر ؓ کی خلافت سے ہوتا ہے۔ ڈاکٹر صہیب حسن نے کہا کہ معروف مسلم مفکر الماوردی کی تحریر کردہ دس خصوصیات میں سے چھ ڈاکٹر اسرار احمد کے تجویز کردہ نو نکات ”نظام خلافت“ میں موجود ہیں۔ڈاکٹر صاحب کا پہلا نکتہ زیادہ جاندار اور مقصد خلافت کا بھرپور آئینہ دار ہے، اور وہ ہے، نظام خلافت اللہ کی حاکمیت مطلقہ کے اعلان و اقرار اور قرآن و سنت کی غیر مشروط بالادستی کے عملی نفاذ کا نام ہے۔ ڈاکٹر صاحب اپنے مفصل خطابات میں چند اور باتوں کو نظام خلافت کے ضمن میں شد و مد سے بیان کرتے رہے ہیں یعنی نظام صلوٰۃ اور زکوٰۃ کا قیام۔ سود، شراب اور جوا کا انسداد۔ جاگیرداری کا خاتمہ، مخلوط معاشرے کا سدّ باب۔ یہاں میں ڈاکٹر اسرار احمد کی بصیرت کی داد دوں گا کہ انہوں نے اپنے افکار میں دو باتوں کا صراحت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ 1۔ایک مسلمان حکومت (اور یہاں مراد ہے پاکستان) کی پارلیمنٹ قانون سازی کا ادارہ ہے، اور قانون چونکہ شریعت اسلامیہ سے سرِ مو متجاوز نہیں ہو سکتا اس لیے وہاں غیر مسلم اعضاء کی کوئی گنجائش نہیں۔ یہ وہ بات ہے کہ جسے علماء عصر میں سے بہت کم لوگ کہنے کی ہمت رکھتے ہیں۔ 2۔دوسری بات کہ جس کے پیش کرنے والے صرف اور صرف ڈاکٹر اسرار احمد ہیں کہ پاکستان کی اراضی کی نوعیت اور اراضی خراجی ہے یعنی یہ زمین مسلمانوں نے بزور بازو حاصل کی تھی اس لیے یہاں جاگیرداری کی کوئی گنجائش نہیں۔انہوں نے کہا کہ سلطنت عثمانیہ میں تمام مفتوحہ علاقوں کو ”اراضی اُمیریہ“ سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس میں تصرّف کے بارے میں آل عثمان نے مالکی مذہب کے قول کو اپنایا کہ جس کے مطابق اراضی مفتوحہ کی ملکیت حکومت کے ہاتھ میں رہتی ہے اور رعیت کو کچھ مالی معاوضے میں حق انتفاع حاصل ہوتا ہے۔ وہ مخلوط قومیت کی نفی کرتے ہیں اور غیر مسلموں کو اُن کے پرسنل لاء پر عمل کرنے کی ضمانت دیتے ہوئے اُن کے حقوق کا تحفظ چاہتے ہیں۔عورتوں کے حقوق و واجبات کے بارے میں دو نکات غالباً اسلامی ممالک میں تحریک آزادئ نسواں کے پھیلاؤ اور پروپیگنڈے کے مقابلے میں ضرورت کی بنا پر رکھے گئے ہیں وگرنہ ان کی جگہ حدود الٰہی کا نفاذ اور دفاع وطن کا تذکرہ زیادہ مناسب تھا۔ جہاں تک ایک مسلم ریاست میں فقہی اختلافات کی بنیاد پر مختلف مسالک کو قانوناً شخصی آزادی دینے کا سوال ہے اس بارے میں ڈاکٹر صاحب کا کہنا ہے کہ پرسنل لا کی حد تک تمام مسالک کو تسلیم کیا جائے اور ملکی قانون سب کے لیے یکساں ہو۔ ڈاکٹر صاحب علامہ اقبال کے اس قول کی کہ ”پارلیمنٹ کو اجتہاد کا حق حاصل ہے“ یہ توجیہہ پیش کرتے ہیں کہ حق اجتہاد تو علماء کی کونسل ہی کے سپرد ہوگا لیکن پارلیمنٹ کو یہ حق حاصل ہوگا کہ کس کے اجتہاد کو نافذ کرے۔ اس رائے کو تقویت پہنچتی ہے سلاطین آل عثمان کے اس طرز عمل سے کہ گو انہوں نے عموماً حنفی فقہ کے مطابق قاضیوں کو فیصلہ کرنے کا حق دیا لیکن چند بڑے مسائل میں جن میں اراضی مفتوحہ کو خراجی قرار دے کر حکومت کی ملکیت قرار دیا گیا تھا، مالکی مذہب کی رائے کو اپنایا۔ یہی طرز عمل مسئلہ مزارعت، بیع مؤجل اور طلاق ثلاثہ فی مجلس واحد اور کئی دیگر مسائل پر بھی اپنایا جا سکتا ہے جس کی طرف ڈاکٹر صاحب نے بارہا توجہ دلائی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے نبی ﷺ کے عملی اسوۂ حسنہ ہی سے ایک اسلامی حکومت قائم ہونے کے قدرتی مراحل کا تذکرہ بارہا کیا ہے یعنی دعوت، ہجرت (جو کہ بدعملی اور غیر اسلامی افعال کو چھوڑنے سے بھی ہو سکتی ہے) باطل کے ساتھ کشمکش اور جس کے نتیجے میں جاء الحق وزھق الباطل کی کیفیت نمودار ہوتی ہے۔ حق کا بول بالا ہوتا ہے اور حق ہی کو غلبہ حاصل ہوتا ہے۔انہوں نے کہا کہ ڈاکٹر اسرار احمد وہ خوش بخت اور خوش قسمت شخص تھے جنہوں نے اپنی زندگی کو با مقصد گزارا، رجوع الی القرآن کی آواز کو ایک تحریک میں تبدیل کر دیا، نظام خلافت کے احیاء کے لیے ایک پلیٹ فارم مہیا کر دیا، جس مشن کو انہوں نے ساری عمر حرزِ جان بنا کر رکھا تھا، اُسے آگے بڑھانے کے لیے نہ صرف اپنی صلبی اولاد بلکہ معنوی اولاد پر مشتمل ایک ایسی جماعت کو منظم کیا جو اسلامیانِ پاکستان کے لیے ایک مشعل راہ اور مینارہ نور کی حیثیت رکھتی ہے۔

ڈاکٹر سہیل عمر ——ڈائریکٹر اقبال اکیڈمی

پروگرام کے تیسرے مقرر ڈاکٹر سہیل عمر تھے۔ انہوں نے ''ڈاکٹر اسرار احمد کا تصور دین، چند یادیں'' کو اظہار خیال کا موضوع بنایا۔ انہوں نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب کا تصور دین ایک فکری قالب میں کام کرتا ہے۔ یہ قالب دین کے بنیادی ماخذات پر مبنی ہے۔ اس فکری قالب کی تہہ میں ایک اور اہم جز اُن کا تصور تاریخ ہے۔ تصور تاریخ سے مراد مرورِ زمانہ سے متعلق اُن کا نظریہ ہے۔ انہوں نے ڈاکٹر صاحب سے اپنے تعلق اور ملاقاتوں کو ذکر کیا۔ اس سلسلہ میں بطور خاص اپنی اُس ملاقات کے حوالے سے مفصل اظہارِ خیال کیا جو انہوں نے ڈاکٹر صاحب سے اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ اقبال کے فارسی شعر

خضرِ وقت از خلوتِ دشتِ حجاز آید بروں
کارواں زیں وادئ دور و دراز آید بروں

اور اُمت مسلمہ کے پانچ ادوار سے متعلق حدیث کے حوالے سے کی تھی۔ انہوں نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب متذکرہ شعر میں ''خضرِ وقت'' سے آمدِ مہدی کی طرف اشارہ مراد لیتے ہیں، جبکہ بقول اُن کے اس سے اقبال کی مراد وہ مہدی ہرگز نہیں ہیں، جن کا بالعموم ذکر کیا جاتا ہے۔ اس لیے کہ اقبال اپنے کلام میں مہدی کے معروف تصور کو تسلیم ہی نہیں کرتے بلکہ اسے ملت کے لیے خطرناک سمجھتے ہیں۔ اس لیے کہ اس طرح کے تصورات پر یقین رکھنے کی عادت انسان کو عمل اور جدوجہد سے بےگانہ کرتی، اجتماعیت کو پنپنے سے روکتی اور تاریخی شعور سے محروم کر دیتی ہے۔ اُن کے بقول اس تصورِ مہدی سے بندگی کا مزاج بگڑ جاتا ہے۔ پانچ ادوار سے متعلقہ حدیث کے حوالے سے ڈاکٹر سہیل عمر نے ڈاکٹر اسرار احمدؒ سے اختلاف رائے کرتے ہوئے کہا کہ ڈاکٹر صاحب اس حدیث کے پانچویں دور خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کو آئندہ عالمی خلافت کے قیام سے تعبیر کرتے ہیں جبکہ اس پانچویں دور کا اطلاق حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دورِ حکومت پر ہوتا ہے۔ گویا آئندہ خلافت کے قیام کا کوئی امکان نہیں۔

پروفیسر محمد سعد صدیقی ——پنجاب یونیورسٹی

ڈاکٹر محمد سعد صدیقی ممتاز علمی خانوادے سے تعلق رکھتے ہیں، اور ممتاز عالم دین مولانا محمد ادریس کاندھلوی مرحوم کے صاحبزادے ہیں۔ انہوں نے ''ڈاکٹر اسرار احمد کے درسِ قرآن کے ماخذ و مصادر'' کے حوالے سے گفتگو کی۔ انہوں نے لاہور میں حلقہ ہائے دروس قرآن کا مختصر تاریخی پس منظر بیان کرتے ہوئے کہا کہ اس کا آغاز شیخ محمد اسمٰعیل لاہوری کے درس قرآن سے ہوا۔ بعد ازاں محمود بن لاہوری کے درس نے شہرت حاصل کی۔ ماضی قریب میں مولانا احمد علی لاہوری نے دروسِ قرآن کے ذریعے نورِ قرآنی کو عام کرنے کی سعی کی۔ ڈاکٹر صاحب بھی اسی روایت کا تسلسل تھے۔ انہوں نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب ابتدا ہی سے اسلام نے گہری وابستگی رکھتے تھے۔ ایم بی بی ایس کرنے کے بعد اگرچہ انہوں نے کچھ عرصہ میڈیکل پریکٹس بھی کی، تاہم بہت جلد اسے خیر باد کہہ کر اپنے آپ کو قرآن حکیم کے درس و تدریس کے لیے وقف کر دیا۔ تب سے زندگی کے آخری ایام تک اِسی قرآنی مشن کے فروغ میں مگن رہے۔ انہوں نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب اپنے درس کے لیے مستند تفسیری اور غیر تفسیری ماخذات سے استفادہ کرتے تھے۔ تفسیری ماخذات میں سے زیادہ تر تفسیر ترجمان القرآن، تفسیر عثمانی، تفہیم القرآن اور تدبر القرآن ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے واقعات و قصص کے بیان میں اکثر و بیشتر تدبر قرآن کو ماخذ بنایا۔ اُن کی خاصیت یہ ہے کہ وہ درس میں اپنے ماخذات کو بیانات بھی کر دیتے ہیں۔ اسلاف کے خیالات نقل کرتے ہوئے وہ بخل سے کام نہیں لیتے بلکہ اکثر اُن کا حوالہ دیتے ہیں۔ وہ فقہی مسائل سے اجتناب کرتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب کی آراء سے اختلاف کیا جا سکتا ہے مگر صحیح ماخذات کے انتخاب کی وجہ سے اُن کی اصابتِ فکر پر اُنگلی نہیں اُٹھائی جا سکتی۔ انہوں نے صحیح فکر پورے یقین کے ساتھ پیش کیا۔ چنانچہ یہ لوگوں میں یقین پیدا ہونے کا ذریعہ بنا۔

محمد عمار خان ناصر ——مدیر ماہنامہ الشریعہ، گوجرانوالہ

محمد عمار خان ناصر نے ''ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا ناقدانہ طرز فکر: ایک مطالعہ'' کے حوالے سے اپنا مقالہ پیش کیا۔ انہوں نے کہا کہ ڈاکٹر اسرار احمد نے تہذیب مغرب کی فکری و نفسیاتی اساسات اور اس کے تباہ کن نتائج اور خاص طور پر مسلمان معاشروں میں اس تہذیب کے فکری و عملی اثرات کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے والے طبقات کو اپنے ناقدانہ تجزیوں کا موضوع بنایا، وہاں خود ان طبقات کے اندازِ فکر کی تنقید میں بھی انہوں نے کوئی رعایت نہیں برتی جو مغرب زدہ طبقے کے بالمقابل اسلام اور امت مسلمہ کی سربلندی کا جذبہ اور مسلمانوں کے قومی مفاد سے گہری وابستگی رکھتے ہیں۔ نفاذ اسلام کے ضمن میں قائداعظم و علامہ اقبال کے تصورات کے بالمقابل مذہبی طبقات کے تصور اسلام کی محدودیت کو واضح کیا۔ انہوں نے روایتی فقہی ذخیرے کے بعض مخصوص تصورات کو بھی اسی تناظر میں نقد و جرح کا موضوع بنایا ہے۔ مثال کے طور پر مزارعت کو جائز قرار دیئے جانے سے اسلام کے معاشی مقاصد پر پڑنے والے منفی اثرات کا وہ اکثر ذکر کرتے ہیں۔ فقہ اسلامی کی تشکیل میں اس دور کے جو مخصوص تمدنی حالات اور ضروریات کارفرما رہی ہیں، اس کے پیش نظر ڈاکٹر صاحب نے فقہائے اسلام کے اخذ کردہ مخصوص نتائج فکر کی پابندی کی بجائے قرآن و سنت سے براہِ راست اخذ و استنباط کی ضرورت و اہمیت کو بھی بڑی تاکید سے واضح کیا ہے۔ عمار خان ناصر نے کہا کہ بیسویں صدی کی مسلم احیائی تحریکوں کے ہاں اسلام کو بطور ایک اجتماعی نظام کے نمایاں کرنے کی کوشش اس انداز سے ہوئی ہے کہ دین کا روحانی اور باطنی پہلو مقدم الذکر پہلو کا خادم اور تابع قرار پا کر بڑی حد تک دب گیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اس پہلو کی بجا طور پر نشاندہی کی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے غلبہ دین کا مقصد حاصل کرنے کے لیے ان احیائی تحریکوں کی عجلت پسندانہ حکمت عملی پر بھی تنقید کی ہے۔ بقول اُن کے ان تحریکوں کی ناکامی کا سبب بظاہر تو یہ ہے کہ انہوں نے بے صبری سے کام لیا اور اپنے اپنے ملکوں میں سوچنے سمجھنے والے لوگوں کی معتدبہ تعداد کے ذہنوں کو بدلے بغیر سیاست کے میدان میں قدم رکھ دیا۔ جس کے نتیجے میں قومی قیادتوں اور 'ترقی پسند' عناصر سے قبل از وقت تصادم کی نوبت آ گئی، لیکن درحقیقت ان کی ناکامی براہِ راست نتیجہ ہے ان کے تصورِ دین کی خامی اور مطالعہ اسلام کے نقص کا۔ انہوں نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب دینی مقاصد کے لیے قوت، زور بازو اور مسلح جدوجہد کے جواز نہ صرف قائل بلکہ داعی ہیں، یہاں تک کہ انہوں نے اہل سنت کے ہاں پائے جانے والے اس عمومی تصور سے بھی اختلاف کیا ہے کہ مسلمان حکمرانوں کے خلاف مسلح بغاوت کسی حال میں جائز نہیں، تاہم اس کے ساتھ ساتھ وہ مسلح جدوجہد کی کامیابی کے لیے مطلوبہ شرائط اور خاص طور پر ایسے کسی بھی اقدام کے عملی نتائج کو ملحوظ رکھنے کو بھی ضروری قرار دیتے ہیں اور اسی تناظر میں انہوں نے موجودہ

حالات میں اس طریقے کو اختیار کرنے والے عناصر کی تائید نہیں کی۔ اُن کا کہنا تھا کہ ڈاکٹر صاحب مرحوم غلبہ اسلام کے مقصد کے ساتھ ایک والہانہ وابستگی رکھنے کے باوجود اس ضمن میں کی جانے والی جدوجہد پر نقد ونظر کی ضرورت سے نہ صرف واقف تھے بلکہ اس پورے عمل پر مسلسل ناقدانہ نظر رکھے ہوئے تھے۔

ڈاکٹر ابصار احمد (صدارتی خطاب) ——صدر انجمن خدام القرآن لاہور

آخر میں صدر مجلس ڈاکٹر ابصار احمد کو دعوت خطاب دی گئی۔ انہوں نے سب سے پہلے مقررین اور شرکاء کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے پروگرام میں شرکت کے لیے وقت کا انفاق کیا۔ بعدازاں مقررین کے پیش کردہ خیالات پر اجمالی تبصرہ کیا۔ ڈاکٹر ابصار احمد نے کہا کہ یہ خوش آئند بات ہے کہ مقررین نے ڈاکٹر اسرار احمد کے افکار پر بھرپور انداز سے اظہار خیال کیا۔ اُن کی بعض باتوں سے اختلاف رائے بھی کیا گیا۔ تاہم انہوں نے واضح کیا کہ ڈاکٹر صاحب نے جو چیزیں پیش کیں، اُن میں سے بعض تو وہ ہیں جو اُن کے نظریات اور خیالات ہیں اُن سے اختلاف کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً وحدت الوجود کے حوالے سے اُن کے افکار کو دینی حلقے قبول نہیں کرتے۔ اسی طرح تخلیق و ارتقاء کے حوالے سے انہوں نے جو کچھ کہا اُسے بھی پوری طرح نہیں سمجھا گیا۔ تاہم اُن کی جانب سے کہی گئی وہ باتیں جو امت کے تمام مکاتب فکر کے ہاں مسلمہ ہیں، اُن کے بارے میں دو آراء نہیں ہوسکتیں۔ تصور مہدی سے متعلق روایات اتنی ضعیف نہیں کہ انہیں درخور اعتنا نہ سمجھا جائے۔ انہوں نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب مہدی کے معروف تصور کے نہ صرف قائل تھے بلکہ اُسے شدومد سے بیان بھی کرتے تھے۔ تاہم وہ اپنے متعدد خطابات میں تصور مہدی کو بیان کرنے کے ساتھ عمل اور جہد مسلسل کی اہمیت بھی شدومد سے واضح کرتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب نہ صرف خود پوری زندگی متحرک رہے، بلکہ انہوں نے مسلم معاشرے میں بھی تحریک پیدا کرنے اور اُسے بیدار کرنے کی بھرپور سعی کی۔ انہوں نے ڈاکٹر سہیل عمر کی اس بات سے اختلاف کیا کہ دورِ خلافت اب نہیں آئے گا، انہوں نے کہا کہ خود علامہ اقبال خلافت کے قائل تھے، بلکہ اس نظام کے برپا کرنے کے شدید آرزومند تھے۔ اس حوالے سے انہوں نے ڈاکٹر سہیل عمر کے سامنے علامہ کا یہ شعر پیش کیا، اور اس پر انہیں غور کی دعوت دی کہ

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

ڈاکٹر ابصار احمد نے کہا کہ ہم تنقید کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ اس سے سوچ وفکر کی نئی راہیں کھلتی ہیں۔ تاہم ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اسلام اور اُس کے فلسفہ زندگی کے دفاع کے لیے آگے آئیں۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت سیکولر حلقے کھل کر اسلام کے مدمقابل آگئے ہیں اور انہوں نے جارحانہ انداز اپنا لیا ہے۔ اسلام پسند حلقوں کو بھی پرجوش انداز میں اُن کے سامنے آنا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ علامہ اقبال کی فکر کی ترویج واشاعت بڑی خدمت ہے، مگر اس فکر کو عملی طور پر قائم کرنے اور اسلام کے غلبہ کے لیے عملی کوششیں بھی کی جانی چاہئیں۔

ڈاکٹر ابصار احمد کے صدارتی خطاب کا اختتام ہوا تو رات کے دس بج چکے تھے۔ پروگرام کے اختتام پر آڈیٹوریم میں نماز عشاء ادا کی گئی۔ جس کے بعد شرکاء اپنے گھروں کو روانہ ہوگئے۔

☆☆☆

پریس ریلیز 1 راپریل 2011ء

پٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں میں اضافہ کر کے حکومت نے عوام کا تورابورا کر دیا ہے اضافہ فوری طور پر واپس لیا جائے

حافظ عاکف سعید

لاہور (پ ر) پٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں میں اضافہ کر کے حکومت نے عوام کا تورا بورا کر دیا ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ حکومت کا یہ ظالمانہ فیصلہ عوامی معیشت کے لیے جان لیوا ثابت ہوگا۔ کیونکہ روزمرہ اشیا ضرورت کی قیمتیں پہلے ہی آسمان سے باتیں کر رہی ہیں۔ پٹرول جس سے معیشت کا پہیہ حرکت میں آتا ہے اُس کی گرانی سے تمام چیزیں متاثر ہوتی ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ عوام کی زندگی اجیرن کر دی گئی ہے۔ اگر عوامی غیظ وغضب کا آتش فشاں پھٹ گیا تو ہر شے کو جلا کر بھسم کر دے گا۔ اُنہوں نے کہا کہ حکمران اپنے پرتعیش دوروں اور اللے تللے چھوڑنے کو تیار نہیں حالانکہ سادگی اپنا کر نہ صرف یہ کہ ان قیمتوں کو کنٹرول کیا جاسکتا ہے بلکہ ان میں مناسب کمی بھی لائی جاسکتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ میڈیا کے ذریعے کرکٹ میچ کو جذباتی رنگ دے کر عوام کو لالی پاپ دیا جاتا ہے، تاکہ دوسرے گھمبیر مسائل سے اُن کی توجہ ہٹائی جاسکے۔ انہوں نے کہا کہ اگر حکومت نے مہنگائی کے جن کو بوتل میں واپس بند نہ کیا تو عوامی غیظ و غضب کی لہر حکومت کو بہالے جائے گی۔ اُنہوں نے کہا کہ حکومتی اتحادی پٹرول کی قیمتوں میں کمی بیشی کی آڑ میں حکومت سے اپنے مفادات حاصل کر کے احتجاج ختم کر دیتے ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ یہ ڈرامہ بازی ختم کی جائے اور تیل کی قیمتوں میں اضافہ فوری طور پر واپس لیا جائے۔

دعائے مغفرت کی اپیل

- مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے صدر جناب ڈاکٹر ابصار احمد کی خوش دامن اور رفیق تنظیم جناب عمر شکیل کی والدہ محترمہ طویل علالت کے بعد گزشتہ دنوں انتقال کر گئیں
- تنظیم اسلامی گڑھی شاہو لاہور کے رفیق جناب راجہ عبدالستار کے دو بھائی یکے بعد دیگرے وفات پاگئے۔

اللہ تعالیٰ مرحومہ اور مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ آمین۔ رفقاء واحباب اور قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

اللھم اغفرھم وارحمھم وادخلھم فی رحمتك وحاسبھم حساباً یسیراً

دعائے صحت کی اپیل

تنظیم اسلامی کے شعبہ نشرواشاعت کے کمپیوٹر آپریٹر محمد مشتاق کے والد پچھلے دنوں ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں زخمی ہوگئے، اور اب ایک ہسپتال میں زیر علاج ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں شفائے کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔ (آمین) قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے صحت کی اپیل ہے۔

اے اہل کلیسا! تم اس کتاب کو جلاتے ہو!

حافظ محمد مشتاق ربانی

قرآن حکیم کا ایک نام "مھیمن" ہے۔ جس کا معنی نگران ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں فرمایا گیا: ﴿وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَ مُهَيْمِنًا عَلَيْهِ﴾ (المائدۃ:48) ''اور (اے نبی ﷺ) ہم نے تمہاری طرف یہ کتاب بھیجی جو حق لے کر آئی ہے اور الکتاب میں سے جو کچھ اس کے آگے موجود ہے اس کی تصدیق کرنے والی اور اس کی محافظ و نگہبان ہے۔''

سابقہ صحیفوں پر قرآن کے "مھیمن" ہونے کے معنی یہ ہیں کہ قرآن ایسی کتاب الٰہی ہے جو دوسرے صحیفوں کے حق و باطل میں امتیاز کے لیے کسوٹی ہے۔ اس کتاب نے تمام برحق تعلیمات کو جو پچھلی کتب سماوی میں دی گئی تھیں، اپنے اندر محفوظ کر دیا ہے۔ آسمانی کتابوں کی جو تعلیمات اس کے مطابق ہوں گی وہ تعلیمات تحریف سے محفوظ ہیں اور جو اس کے مطابق نہیں ہیں، اس کی مخالفت میں ہیں، وہ صحیح نہیں ہیں۔ یہ درست اور غلط کے لیے ایک پیمانہ ہے۔ لہٰذا دوسرے مذاہب والوں کو بھی اس کتاب کا احسان مند رہنا چاہیے کہ اس نے ان کی اصل تعلیمات کو محفوظ رکھا ہوا ہے، بجائے اس کے کہ وہ اس کتاب کو جلائیں۔ اس جلانے کی صورت میں اس کتاب کو کچھ نقصان نہیں ہوتا، اس کی حفاظت تو اللہ تعالیٰ نے لی ہوئی ہے۔ وہ تو مسلمانوں کے بچے بچے کے سینوں میں محفوظ ہے۔ صلیبی جنونی نقصان تو خود اپنا کرتے ہیں۔ اپنی خباثت کو ظاہر کرتے ہیں اور اپنی کتاب کی صحیح اور مستند تعلیمات کو خاکستر کرتے ہیں۔ ایسے لوگ ذرا تعصب سے بالاتر ہو کر دیکھیں کہ اس "مھیمن" کتاب کے مختلف مقامات خصوصاً سورۃ آل عمران اور سورۃ مریم میں کتنی تفصیل سے حضرت مریمؑ صدیقہ اور عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر موجود ہے۔

حضرت مریمؑ اور ولادت مسیحؑ

''وہ (اس وقت سن رہا تھا) جب عمران کی عورت کہہ رہی تھی کہ میرے پروردگار، میں اس بچے کو جو میرے پیٹ میں ہے تیری نذر کرتی ہوں، وہ تیرے ہی کام کے لیے وقف ہوگا، میری اس پیشکش کو قبول فرما، تو سننے والا اور جاننے والا ہے۔ پھر جب وہ بچی اس کے ہاں پیدا ہوئی تو اس نے کہا: مالک! میرے ہاں تو لڑکی پیدا ہوگئی ہے۔ حالانکہ جو کچھ اس نے جنا تھا اللہ کو اس کی خبر تھی۔ اور لڑکا لڑکی کی طرح نہیں ہوتا۔ (لَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى کا یہ ترجمہ درست دکھائی نہیں دیتا ہے، بلکہ ان لوگوں کی رائے صحیح معلوم ہوتی ہے جو الذکر و الانثٰی میں لام کو لام العھد سمجھتے ہیں۔ لام العھد کو آسانی کے لیے ھذا کے معنی میں سمجھیں۔ لام العھد سمجھنے کی صورت میں اس کا معنی یہ ہوگا کہ وہ لڑکا جس کی امرأۃ عمران نے آرزو کی تھی، اس لڑکی سے بہتر نہیں ہے جس کا نام مریمؑ رکھا گیا ہے اور سیاق و سباق سے بھی یہی مفہوم صحیح دکھائی دیتا ہے)۔ خیر، میں نے اس کا نام مریم رکھ دیا ہے اور میں اسے اور اس کی آئندہ نسل کو شیطان مردود کے فتنے سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ آخر کار اس کے رب نے اس لڑکی کو بخوشی قبول فرما لیا اور اسے بڑی اچھی لڑکی بنا کر اُٹھایا۔ اور زکریاؑ کو اس کا سرپرست بنا دیا۔ زکریاؑ جب کبھی اس کے پاس محراب میں جاتا تو اس کے پاس کچھ نہ کچھ کھانے پینے کا سامان پاتے۔ پوچھتے مریم، یہ تیرے پاس کہاں سے آیا؟ وہ جواب دیتی، اللہ کے پاس سے آیا ہے۔ اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔'' (آل عمران: آیات:35 تا 37)

''پھر وہ وقت آیا جب مریمؑ سے فرشتوں نے آ کر کہا: اے مریم، اللہ نے تجھے برگزیدہ کیا اور پاکیزگی عطا کی اور تمام دنیا کی عورتوں پر تجھ کو ترجیح دے کر اپنی خدمت کے لیے چن لیا۔ اے مریمؑ، اپنے رب کی تابع فرمان بن کر رہ، اس کے آگے سربسجود ہو، اور جو بندے اس کے حضور جھکنے والے ہیں ان کے ساتھ تو بھی جھک جا''۔ (آل عمران:42-43)

''اور جب فرشتوں نے کہا: اے مریمؑ اللہ تجھے اپنے ایک فرمان کی خوشخبری دیتا ہے۔ اس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہوگا، دنیا اور آخرت میں معزز ہوگا، اللہ کے مقرب بندوں میں شمار کیا جائے گا، لوگوں سے گہوارے میں بھی کلام کرے گا اور بڑی عمر کو پہنچ کر بھی، اور وہ ایک مرد صالح ہوگا۔ یہ سن کر مریمؑ بولی: پروردگار! میرے ہاں بچہ کہاں سے ہوگا، مجھے تو کسی شخص نے ہاتھ تک نہیں لگایا۔ جواب ملا: ایسا ہی ہوگا، اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ وہ جب کسی کام کے کرنے کا فیصلہ فرماتا ہے تو بس کہتا ہے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتا ہے۔'' (آل عمران:45 تا 47)

''اور (اے نبیؐ) اس کتاب میں مریم کا حال بیان کرو جب کہ وہ اپنے لوگوں سے الگ ہو کر مشرقی جانب گوشہ نشین ہوگئی تھی اور پردہ ڈال کر ان سے چھپ بیٹھی تھی۔ اس حالت میں ہم نے اس کے پاس اپنی روح (فرشتے) کو بھیجا اور وہ اس کے سامنے ایک پورے انسان کی شکل میں نمودار ہوگیا۔ مریم یکایک بول اُٹھی کہ اگر تو ترس رکھنے والا ہے تو میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں۔ اس نے کہا: میں تو تیرے رب کا فرستادہ ہوں اور اس لیے بھیجا گیا ہوں کہ تجھے ایک لڑکا دوں۔ مریمؑ نے کہا: میرے ہاں کیسے لڑکا ہوگا جب کہ مجھے کسی بشر نے چھوا تک نہیں ہے اور میں کوئی بدکار عورت نہیں ہوں۔ فرشتے نے کہا کہ ایسا ہی ہوگا۔ تیرا رب فرماتا ہے کہ ایسا کرنا میرے لیے بہت آسان ہے اور ہم یہ اس لیے کریں گے کہ اس لڑکے کو لوگوں کے لیے ایک نشانی بنائیں اور اپنی طرف سے ایک رحمت اور یہ کام ہو کر رہنا ہے۔ مریمؑ کو اس بچے کا حمل رہ گیا اور وہ اس حمل کو لیے ہوئے ایک دوسرے مقام پر چلی گئی۔ پھر زچگی کی تکلیف نے اسے ایک کھجور کے درخت کے نیچے پہنچا دیا۔ وہ کہنے لگی: کاش میں اس سے پہلے مر جاتی اور میرا نام و نشان نہ رہتا۔ فرشتے نے پائینتی سے اس کو پکار کر کہا، غم نہ کر، تیرے رب نے تیرے نیچے ایک چشمہ رواں کر دیا ہے اور تو اس درخت کے تنے کو ہلا تیرے اوپر تر و تازہ کھجوریں ٹپک پڑیں گی۔ پس تو کھا اور پی اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر۔ پھر اگر کوئی آدمی تجھے نظر آئے تو اس سے کہہ دے کہ میں نے رحمان کے لیے روزے کی نذر مانی ہے اس لیے میں آج کسی سے نہ بولوں گی۔ پھر وہ بچے کو لیے ہوئے اپنی قوم کے پاس آئی لوگ کہنے لگے، اے مریم یہ تو نے بڑا پاپ کر ڈالا، اے ہارون کی بہن، نہ تیرا باپ کوئی برا آدمی تھا اور نہ تیری ماں ہی کوئی بدکار عورت

تھی۔ مریم نے بچے کی طرف اشارہ کر دیا۔ لوگوں نے کہا، ہم اس سے کیا بات کریں جو گہوارے میں پڑا ہوا ایک بچہ ہے۔ بچہ بول اٹھا، میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اس نے مجھے کتاب دی اور نبی بنایا اور بابرکت کیا اور جہاں بھی میں رہوں اور نماز اور زکوٰۃ کی پابندی کا حکم دیا جب تک میں زندہ رہوں اور اپنی والدہ کا حق ادا کرنے والا بنایا اور مجھ کو جبار اور شقی نہیں بنایا۔ سلام ہے مجھ پر جبکہ میں پیدا ہوا اور جبکہ میں مروں اور جبکہ زندہ کر کے اُٹھایا جاؤں۔'' (مریم:16 تا 33)

حضرت مسیحؑ کی معجزانہ پیدائش کے متعلق چند نکات

''درحقیقت عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدمؑ جیسی ہے جسے اللہ نے مٹی سے بنا دیا، پھر فرمایا کہ ہو جا اور بس وہ ہو گیا۔'' (آل عمران:59)

''یہ ہے عیسیٰؑ ابن مریم اور یہ ہے اس کے بارے میں وہ سچی بات جس میں لوگ شک کر رہے ہیں۔ اللہ کا یہ کام نہیں کہ وہ کسی کو بیٹا بنائے۔ وہ پاک ذات ہے۔ وہ جب کسی بات کا فیصلہ کرتا ہے تو کہتا ہے کہ ہو جا، اور بس وہ ہو جاتی ہے۔'' (مریم:34،35)

''اور وہ خاتون (حضرت مریم) جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی تھی، ہم نے اس کے اندر اپنی روح سے پھونکا اور اسے اور اس کے بیٹے کو دنیا بھر کے لیے نشانی بنا دیا۔'' (الانبیاء:91)

''اے نبی، ان سے کہو کہ اگر اللہ تعالیٰ مسیح ابنِ مریم اور اس کی ماں اور تمام زمین والوں کو ہلاک کر دینا چاہے تو کس کی مجال ہے کہ اس کو اس ارادے سے باز رکھ سکے۔ اللہ تو زمین اور آسمانوں کا اور سب چیزوں کا مالک ہے جو زمین اور آسمانوں کے درمیان پائی جاتی ہیں۔ جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور اس کی قدرت ہر چیز پر حاوی ہے۔'' (المائدۃ:17)

''اور ابن مریمؑ اور اس کی ماں کو ہم نے نشانی بنایا اور ان کو ایک سطح مرتفع پر رکھا جو اطمینان کی جگہ تھی اور چشمے اس میں جاری تھے۔'' (المؤمنون:50)

حضرت عیسیٰؑ کی اساسی تعلیم

''اور جب عیسیٰؑ صریح نشانیاں لیے ہوئے آیا تھا تو اس نے کہا تھا کہ میں تم لوگوں کے پاس حکمت لے کر آیا ہوں اور اس لیے آیا ہوں کہ تم پر بعض ان باتوں کی حقیقت کھول دوں جن میں تم اختلاف کر رہے ہو، لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ ہی میرا رب ہے اور تمہارا رب بھی، اسی کی عبادت کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔'' (الزخرف:63،64)

''اور (عیسیٰؑ نے کہا تھا کہ) اللہ میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی، پس تم اس کی بندگی کرو، یہی سیدھی راہ ہے۔'' (مریم:36)

''پھر تصور کرو اس موقع کا جب اللہ فرمائے گا کہ اے مریم کے بیٹے عیسیٰؑ، یاد کرو میری اس نعمت کو جو میں نے تجھے اور تیری ماں کو عطا کی تھی، میں نے روح پاک سے تیری مدد کی، تو گہوارے میں بھی لوگوں سے بات کرتا تھا اور بڑی عمر کو پہنچ کر بھی۔ میں نے تجھ کو کتاب اور حکمت اور تورات اور انجیل کی تعلیم دی۔ تو میرے حکم سے مٹی کا پتلا پرندے کی شکل کا بناتا اور اس میں پھونکتا تھا اور وہ میرے حکم سے پرندہ بن جاتا تھا۔ تو مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو میرے حکم سے اچھا کرتا تھا۔ تو مُردوں کو میرے حکم سے نکالتا تھا، پھر جب تو بنی اسرائیل کے پاس صریح نشانیاں لے کر پہنچا اور جو لوگ ان میں سے منکر حق تھے انہوں نے کہا کہ یہ نشانیاں جادوگری کے سوا اور کچھ نہیں ہے، تو میں نے ہی تجھے ان سے بچایا۔'' (المائدہ:110)

''اور میں اس تعلیم و ہدایت کی تصدیق کرنے والا بن کر آیا ہوں جو تورات میں سے اس وقت میرے زمانہ میں موجود ہے۔'' (آل عمران:50)

''غرض جب (یہ احسانات یاد دلا کر) اللہ فرمائے گا کہ 'اے عیسیٰؑ بن مریمؑ کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری ماں کو اللہ بنا لو تو وہ جواب میں عرض کرے گا، کہ سبحان اللہ، میرا یہ کام نہ تھا کہ وہ بات کہتا جس کے کہنے کا مجھے حق نہ تھا، اگر میں نے ایسی بات کہی ہوتی تو آپ کو ضرور علم ہوتا، آپ جانتے ہیں جو کچھ میرے دل میں ہے اور میں نہیں جانتا جو کچھ آپ کے دل میں ہے۔ آپ تو ساری پوشیدہ حقیقتوں کے عالم ہیں۔ میں نے ان سے اس کے سوا کچھ نہیں کہا جس کا آپ نے حکم دیا تھا، یہ کہ اللہ کی بندگی کرو جو میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی۔ میں اسی وقت تک ان کا نگران تھا جب تک کہ میں ان کے درمیان تھا، جب آپ نے مجھے واپس بلا لیا تو آپ ان پر نگران تھے، اور آپ تو ساری ہی چیزوں پر نگران ہیں۔ (المائدہ:116،117)

''اور میں بشارت دینے والا ہوں، ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا، جس کا نام احمد ہوگا۔'' (الصف:6)

مسیحی عقائد کی اصلاح کے لیے قرآن مھیمن کی تعلیمات

''مسیح نے کبھی اس بات کو عار نہیں سمجھا کہ وہ اللہ کا بندہ ہو، اور نہ مقرب ترین فرشتے اس کو اپنے لیے عار سمجھتے ہیں۔ اگر کوئی اللہ کی بندگی کو اپنے لیے عار سمجھتا ہے اور تکبر کرتا ہے تو ایک وقت آئے گا جب اللہ تعالیٰ سب کو گھیر کر اپنے سامنے حاضر کرے گا۔'' (النساء:172)

''یقیناً کفر کیا ان لوگوں نے جنہوں نے کہا مسیح ابن مریم ہی اللہ ہے۔'' (المائدہ:17)

حالانکہ مسیح نے کہا تھا کہ اے بنی اسرائیل اللہ کی بندگی کرو جو میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی۔ جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

''یقیناً کفر کیا ان لوگوں نے جنہوں نے کہا کہ اللہ تین میں کا ایک ہے حالانکہ ایک اللہ کے سوا کوئی اللہ نہیں ہے۔ اگر یہ لوگ اپنی ان باتوں سے باز نہ آئے تو ان میں سے جس جس نے کفر کیا ہے ان کو دردناک سزا دی جائے گی۔ پھر کیا یہ اللہ سے توبہ نہ کریں گے اور اس سے معافی نہ مانگیں گے، اللہ بہت درگزر فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ مسیح ابن مریمؑ اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول تھا، اس سے پہلے اور بھی بہت سے رسول گزر چکے تھے، اس کی ماں ایک راست باز عورت تھی۔ اور وہ دونوں کھانا کھاتے تھے۔ دیکھو ہم کس طرح ان کے سامنے حقیقت کی نشانیاں واضح کرتے ہیں، پھر دیکھو یہ کدھر الٹے پھرے جاتے ہیں۔'' (المائدہ:72 تا 75)

''اے اہل کتاب اپنے دین میں غلو نہ کرو، اور اللہ کی طرف حق کے سوا کوئی بات منسوب نہ کرو، مسیح ابن مریمؑ اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ اللہ کا ایک رسول تھا اور ایک فرمان تھا جو اللہ نے مریمؑ کی طرف بھیجا اور ایک روح تھی اللہ کی طرف سے (جس نے مریمؑ کے رحم میں بچے کی شکل اختیار کی تھی) پس تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور نہ کہو کہ تین ہیں۔ باز آ جاؤ یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔'' (النساء:171)

''اور جونہی کہ ابنِ مریمؑ کی مثال دی گئی، تمہاری قوم کے لوگوں نے اس پر غل مچا دیا اور لگے کہنے کہ ہمارے معبود اچھے ہیں یا وہ؟ یہ مثال وہ تمہارے سامنے محض کج بحثی کے لیے لائے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ یہ ہیں ہی جھگڑالو لوگ۔ ابن مریمؑ اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ ایک بندہ تھا جس پر ہم نے انعام کیا اور بنی اسرائیل کے لیے اپنی قدرت کا ایک نمونہ بنا دیا۔'' (الزخرف:57 تا 59)

''پھر ہم نے ان پیغمبروں کے بعد مریمؑ کے بیٹے عیسیٰؑ کو بھیجا۔ تورات میں سے جو کچھ اس کے سامنے موجود تھا وہ اس کی تصدیق کرنے والا تھا اور ہم نے اس کو انجیل عطا کی جس میں راہنمائی اور روشنی تھی اور وہ بھی تورات میں سے جو کچھ اس وقت موجود تھا اس کی (باقی صفحہ 10 پر)

دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

تنظیم اسلامی حلقہ کراچی شمالی و کراچی جنوبی کے زیر اہتمام ڈرون حملوں کے خلاف احتجاج

قبائلی علاقوں میں ڈرون حملوں کے دوبارہ آغاز اور ریمنڈ ڈیوس معاملہ میں حکومتی رویہ کے خلاف گزشتہ دونوں تنظیم اسلامی کے حلقہ جات کراچی شمالی و جنوبی کے زیر اہتمام ایک احتجاجی مظاہرہ کیا گیا، جس سے تنظیم اسلامی کے دونوں حلقوں کے رہنماؤں نے خطاب کیا اور تنظیم اسلامی کے ردعمل اور موقف سے صحافی برادری اور دیگر حاضرین کو آگاہ کیا۔ رفقاء کی ایک بڑی تعداد وقت سے قبل ہی مقررہ مقام پر آنا شروع ہوگئی تھی۔ ساڑھے تین بجے کراچی پریس کلب کے سامنے رفقاء نے پلے کارڈز، بینرز اور ڈسپلے کے ذریعے احتجاج کا آغاز کیا۔ ایک ٹرک پر بنے اسٹیج سے انجینئر نعمان اختر نے پروگرام کا آغاز کرتے ہوئے مظاہرہ کی غرض و غایت سے آگاہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ امریکی ایجنٹ اور ان کے ملکی گماشتے مل جل کر پاکستان میں جو خون کی ہولی کھیل رہے ہیں، اس پر تنظیم اسلامی کے رفقاء اپنا احتجاج ریکارڈ کرانے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ دنیا پر یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ اصل دہشت گرد کون ہے اور کس طرح ہماری سالمیت اور خودمختاری پر ضرب لگائی جارہی ہے۔ امیر تنظیم اسلامی حلقہ جنوبی حافظ نوید احمد نے مظاہرین اور صحافیوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ جس طرح ریمنڈ ڈیوس کے مسئلہ پر قوم متحد ہوئی ہے اور توہین رسالت کے مسئلہ پر لوگوں نے گھروں سے نکل کر اپنا احتجاج نوٹ کروایا، اس سے واضح ہے کہ اس قوم میں حق و باطل میں تمیز کی حس باقی ہے۔ یہ بات بھی واضح ہوگئی ہے کہ اگر نفاذ شریعت کے معاملہ پر متحد ہو کر آواز بلند کی جائے تو کامیابی مل سکتی ہے۔ منظم انقلابی تحریک کے بغیر حقیقی انقلاب نہیں آئے گا بلکہ ایک امریکی پٹھو کے بعد دوسرا آجائے گا۔ انہوں نے صحافی برادری کو خراج تحسین پیش کیا کہ انھوں نے توہین رسالت اور ریمنڈ ڈیوس کیس میں تعاون کیا اور لوگوں کو آگاہی دی۔ انھوں نے آیات قرآن کے حوالے سے مزید کہا کہ یہود و نصاریٰ کبھی ہمارے دوست نہیں ہوسکتے، مگر افسوس کہ ہم نے ان کا اپنا دوست ہی نہیں بلکہ آقا بنا رکھا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر آج امت نظام خلافت پر متحد ہو جائے تو پھر کسی کو ہمارے خلاف اقدام کی ہمت نہ ہو۔ اصل کوتاہی ہماری ہے۔ ہم اگر آج بھی توبہ کرلیں اور اپنی ذاتی زندگی میں دین نافذ کریں، اس کی دعوت دوسروں تک پہنچائیں اور اس کو قائم کرنے کی جدوجہد میں اپنا حصہ ڈالیں تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کا دور لوٹ نہ آئے۔ حلقہ کراچی شمالی کے ناظم دعوت عامر خان نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ یہود و نصاریٰ ابتدا ہی سے اسلام کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ اپنی پھونکوں سے یہ چراغ بجھا دیں، مگر اللہ تعالیٰ اپنے نور کا اتمام فرما کر رہے گا۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان میں شریعت کا نفاذ نہ ہونے میں عوام اور حکمران دونوں یکساں مجرم ہیں۔ ڈرون حملوں کے حوالہ سے حکومت واضح پالیسی بیان جاری کرے۔ اب وقت آگیا ہے کہ ہم فیصلہ کرلیں کہ ہمیں کیا کرنا ہے، کیا ہمیں اسی طرح غیروں کی غلامی میں زندگی بسر کرنی ہے یا عزت کے ساتھ جینا اور سر اٹھا کر چلنا ہے۔ ہمارے حکمران اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو مانتے تو ہیں لیکن ان کا سارا توکل امریکہ پر ہے اور انھوں نے واشنگٹن کو اپنا قبلہ بنا رکھا ہے۔ انہوں نے اس یقین کا اظہار کیا کہ وطن عزیز میں اسلام کا عادلانہ نظام قائم ہو کر رہے گا۔ اسی کی خاطر ہم نے 1947 میں لاکھوں جانیں قربان کیں، اپنی بہنوں کی عزتیں لٹوائیں، اپنے گھر اور مال قربان کئے۔ ہمیں چاہئے کہ امریکہ، یورپ، IMF اور ورلڈ بنک کے سامنے جھکنے کی بجائے اللہ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوں۔ ہر فرد قرآن و سنت سے رہنمائی لے اور حقیقی معنوں میں اللہ کا بندہ بنے اور سب مل کر اسلام کے عادلانہ نظام خلافت کے قیام کی جدوجہد میں شامل ہو جائیں۔ تب ہی یہ نظام قائم ہوگا اور اُمت کو کامرانی اور سربلندی حاصل ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ امت میں بیداری کی یہ تحریک صحافی بھائیوں کے ذریعہ زیادہ مؤثر انداز میں آگے بڑھ سکتی ہے۔ لہٰذا آپ حضرات سے بھی درخواست ہے کہ اس میں اپنا حصہ ڈالیں اور زیادہ سے زیادہ لوگوں تک یہ آواز پہنچائیں۔ دعا پر اس پروگرام کا اختتام ہوا اور رفقاء تنظیم پرامن طور پر منتشر ہوگئے۔ اس پروگرام میں تقریباً 300 رفقاء نے شرکت کی۔

(مرتب: عطاء الرحمٰن عارف)

تنظیم اسلامی میر پور آزاد کشمیر کے زیر اہتمام ایک روزہ دعوتی پروگرام

میر پور آزاد کشمیر میں 6 مارچ کو غازی مسجد میں ایک روزہ پروگرام منعقد ہوا۔ پروفیسر حافظ ندیم نے پروگرام کے آداب و غرض و غایت بیان کی۔ سید محمد آزاد نے سورۃ الصف کے آخری رکوع کی روشنی میں امۃ مسلمہ کی ذمہ داریاں: ایمان، جہاد، دعوت دین، اور اقامت دین کے حوالے سے مؤثر گفتگو کی۔ راقم غلام سلطان سے حدیث کی روشنی میں قرآن مجید کے حقوق بیان کیے۔ بعد ازاں مسعود احمد نے اولاد کی تربیت کے حوالے سے مؤثر گفتگو کی۔ انہوں نے تفصیل سے بتایا کہ اولاد کی تربیت کن خطوط پر کی جائے۔ فاروق حسین نے دعوت دین کے حوالے سے مذاکرہ کرایا اور دینی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔ فیاض اختر میاں نے حاضرین کو امیر محترم کا خط پڑھ کر سنایا اور انہیں دینی ذمہ داریاں یاد دلائیں۔ نماز ظہر کے بعد کھانا ہوا۔ بعد ازاں بینک سکوائر سے چوک شہیداں تک کا مظاہرہ کیا گیا۔ چوک میں میاں فیاض اختر اور ایک رفیق تنظیم نے تقاریر کیں۔

(رپورٹ: غلام سلطان)

ضرورت رشتہ

☆ ملتان میں رہائش پذیر راجپوت فیملی کو اپنی 30 سالہ بیٹی، تعلیم ایم ایس سی باٹنی، ایم ایڈ کے لیے مناسب تعلیم یافتہ برسر روزگار دینی مزاج کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0334-4021483/0300-6376465

☆ لاہور میں رہائش پذیر آرائیں فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 27 سال، شرعی پردے کی پابند تعلیم B.A,PGD-IT کے لیے دینی مزاج کے حامل، تعلیم یافتہ برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 042-35957217

☆ لاہور میں رہائش پذیر شیخ فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 28 سال (M.Com) برسر روزگار کے لیے — اور — بیٹی، عمر 26 سال (HSc) کے لیے لاہور کی الگ الگ یا ایک ہی فیملی سے دینی مزاج کے حامل تعلیم یافتہ، خوش شکل اور ہم پلہ رشتے درکار ہیں۔

برائے رابطہ: 0333-4055102/0333-4451954

معمار پاکستان نے کہا:

''آج اس عظیم الشان اجتماع میں آپ نے مجھے مسلم لیگ کا جھنڈا لہرانے کا اعزاز بخشا ہے۔ یہ جھنڈا درحقیقت اسلام کا جھنڈا ہے، کیونکہ آپ مسلم لیگ کو اسلام سے علیحدہ نہیں کرسکتے۔ بہت سے لوگ بالخصوص ہمارے ہندو دوست ہمیں غلط سمجھے ہیں۔ جب ہم اسلام کی بات کرتے ہیں یا جب ہم کہتے ہیں کہ یہ جھنڈا اسلام کا جھنڈا ہے تو وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم مذہب کو سیاست میں گھسیٹ رہے ہیں، حالانکہ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس پر ہم فخر کرتے ہیں۔ اسلام ہمیں مکمل ضابطۂ حیات دیتا ہے۔ یہ نہ صرف ایک مذہب ہے بلکہ اس میں قوانین، فلسفہ اور سیاست سب کچھ ہے۔ درحقیقت اس میں وہ سب کچھ موجود ہے جس کی ایک آدمی کو صبح سے رات تک ضرورت ہوتی ہے۔ جب ہم اسلام کا نام لیتے ہیں تو ہم اسے ایک کامل لفظ کی حیثیت سے لیتے ہیں۔ ہمارا کوئی غلط مقصد نہیں، بلکہ ہمارے اسلامی ضابطہ کی بنیاد آزادی، عدل و مساوات اور اخوت پر ہے۔'' (11 جنوری 1938ء کو گیا ریلوے سٹیشن (بہار) پر ایک بہت بڑے مجمع عام سے خطاب)

سب دعائیں بے اثر‘ سب اشک بے توقیر ہیں

اوریا مقبول جان

لوگوں نے تسبیح کے دانوں پر وہ سارے اسم پڑھ ڈالے جو انہیں یاد تھے۔ سجدوں میں گر کر دعائیں مانگیں‘ آیت کریمہ کا ورد کیا‘ جس کو جیسا انداز میسر تھا اس نے اس کے مطابق اللہ کے حضور موہالی میں کرکٹ ٹیم کے جیتنے کی دعا مانگی۔ سارے میچ کے دوران کتنے لوگ تھے جو نوافل کی منتیں مانتے رہے اور اللہ سے فتح کے طلبگار رہے‘ لیکن فتح ہمارے مقدر میں نہ ہوئی۔ پھر لوگوں نے دلوں کو تسلیاں دینا شروع کردیں۔ دیکھو پوری دنیا کی سازشوں کے باوجود ہم سیمی فائنل تک پہنچ گئے۔ ایک بالکل نئی اور نو آموز ٹیم کو کیسے اس مقام تک لے جایا گیا۔ آخر یہ ایک کھیل ہی تو ہے۔ اس میں فتح وشکست کو حق و باطل کا معرکہ تو نہیں سمجھنا چاہیے۔ وہ جو میچ شروع ہونے سے قبل اسے حق وباطل کا معرکہ اور غیرت اسلامی کا سوال قرار دیتے تھے‘ میچ ہارنے کے بعد اسے ایک کھیل سمجھ کر چپ ہو گئے۔ کسی نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ اس ربّ عرش عظیم نے ان کی دعائیں کیوں نہ سنی۔ کیا وہ واقعی ہم سے ناراض ہو گیا ہے۔ کیا وہ بحیثیت قوم ہم سے غصے میں ہے۔ اس دفعہ تو پوری قوم متحد ہو کر اُس سے دعا کر رہی تھی۔ نہ کوئی سنی تھا اور نہ شیعہ‘ دیو بندی تھا نہ اہل حدیث‘ سب کے سب اللہ کے حضور اس میچ کے لیے دعا گو تھے۔ کیا اس دعا کے قبول نہ ہونے کے بعد کسی نے اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھنے کی کوشش کی کہ میری ایسی کون سی خطا ہے کہ اللہ نے میری نہیں سنی یا پھر اس قوم سے بحیثیت قوم ایسی کون سی خطاؤں کا ارتکاب ہوا ہے کہ وہ جو اس بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ ’’کون ہے جو مضطرب دلوں کی دعاؤں کو سنتا ہے‘‘ اُسی رحمٰن نے ہمارے دلوں کو مضطرب ہی نہ جانا۔ سید الانبیاء ﷺ کی حدیث جسے حدیث جبرائیلؑ کہتے ہیں‘ اُس میں آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سخت ناراضی کے عالم میں حضرت جبرائیلؑ کو حکم دیا کہ جاؤ فلاں فلاں بستیوں پر عذاب نازل کرو۔ جبرائیلؑ واپس لوٹے اور کہا کہ ان بستیوں میں ایک شخص ایسا بھی ہے جس نے ’’طرفة العین‘‘ یعنی آنکھ جھپکنے جتنا گناہ بھی نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ پہلے اس شخص کو زمین پر پٹخو اور پھر اُس پر پوری بستی کو الٹ دو‘ اس لیے کہ خود عابد اور زاہد تھا لیکن اس قدر بے شرم تھا کہ میری نام کی غیرت میں اس کے چہرے کا رنگ نہیں بدلتا تھا۔ اس حدیث کے آئینے میں قوم کو بحیثیت قوم دیکھنا چاہیے کہ کیا کبھی اللہ کی غیرت کے نام پر ایسے اکٹھی ہوئی۔ گزشتہ سالوں میں اس اللہ کے نام اور اُس کے رسول ﷺ کی سنت کا کس طرح تمسخر اڑایا گیا۔ کیا ہم اپنی عبادت اور ریاضت کے ساتھ اس غیرت میں آئے جس کا تقاضا میرا ربّ ہم سے کرتا ہے۔

ساری کی ساری کائنات اگر اللہ کے سامنے کھڑی ہو کر اُس کی بادشاہت سے انکار کردے تو اُس کی مملکت اور اُس کے اختیار میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آتا کہ وہ اس کائنات کا مالک ومختارکل ہے۔ اُس کی بادشاہت کسی جمہوری الیکشن میں اکثریت کے نتیجے میں وجود میں نہیں آئی بلکہ وہ ازل سے ابد تک بادشاہِ حقیقی ہے۔ اور اگر ساری کی ساری مخلوق اس کے سامنے سجدے میں گر جائے تو اس کی بادشاہت میں ذرہ برابر بھی اضافہ نہیں کرسکتی۔ لیکن اس کی غیرت کے نام پر اس کے منکروں اور دشمنوں سے نفرت کرنے‘ ان سے قطع تعلق کرنے‘ ان سے دوستی ترک کرنے کی عادت اسے بہت عزیز ہے۔ اسی لیے سید الانبیاء ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز جب حشر کے میدان میں کوئی سایہ میسر نہیں ہوگا‘ سات قسم کے لوگ اللہ کے عرش کے سائے میں ہوں گے۔ ان میں کسی عالم‘ کسی پیر‘ کسی مولوی‘ کسی بادشاہ کا ذکر نہیں۔ خصوصیات کی بنیاد پر سایہ میسر ہوگا۔ ان لوگوں میں وہ لوگ بھی شامل ہوں گے جو اللہ کے لیے دوستی کریں اور اللہ کے لیے دشمنی۔ کیا ہماری دوستی اور دشمنی کا معیار یہی ہے۔ ہمارے دلوں میں بڑی بڑی عالمی طاقتوں کے بت سجے ہوئے ہیں۔ ہم تو اپنے قبیلے‘ برادری‘ علاقے‘ زبان اور پارٹی کی بنیاد پر دوستی اور دشمنی کرتے ہیں۔ پارٹی کا رہنما یا کارکن اللہ کا دشمن ہو‘ اس کے احکامات کا مذاق اڑائے‘ وہ ہمارا دوست ہے‘ ہم اس کا دفاع کرتے ہیں اور مخالف گروہ کا شخص بے شک اللہ کے نام پر سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہو، وہ ہمارا دشمن کہ وہ کسی دوسرے قبیلے‘ برادری‘ علاقے‘ زبان اور پارٹی سے تعلق رکھتا ہے۔

یہی وہ ہماری کیفیت تھی جس کی وجہ سے صاحبانِ نظر گزشتہ دو سالوں سے متنبہ کر رہے تھے کہ اللہ ہم سے ناراض ہے، اس کے سامنے اجتماعی استغفار کے لیے جھک جاؤ لیکن ہماری بدقسمتی دیکھئے کہ ہم کرکٹ میچ کی جیت کے لیے ایک قوم بن کر دست بہ دعا ہو گئے لیکن اجتماعی استغفار کے لیے جمع نہ ہو سکے۔ صاحبانِ نظر نے عذاب کی نوید سنائی‘ سیلاب کا عذاب‘ آپس میں گروہوں میں تقسیم ہو کر ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے کا عذاب اور پھر پاؤں کے نیچے زمین کی جنبش اور شہروں کے دھنسنے کا عذاب۔ ہم نے پہلے دو عذابوں کا مزا چکھا لیکن اللہ کی جانب نہ لوٹے۔ شاید کسی کو علم ہوتا کہ اللہ کو استغفار کس قدر پسند ہے تو عمر بھر اسی حالت میں معافی کا طلبگار رہتا۔ سید الانبیاء ﷺ کی دو احادیث اس کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے کافی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ توبہ اس قدر اللہ کو پسند ہے جیسے ایک آدمی صحرا میں جا رہا ہو‘ اونٹ پر اس کا سارا سامان لدا ہو‘ اچانک اونٹ گم ہو جائے۔ وہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر تھک کر مایوس ہو کر بیٹھے تو اچانک اونٹ اس کے سامنے آ جائے تو پکار اٹھے‘ اس کی زبان لڑکھڑائے اور کہے اللہ تیرا شکر ہے میں تیرا آقا اور تو میرا بندہ۔ دوسری حدیث میں ہے کہ آپؐ کو معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ دن کو روزے اور رات کو مستقل عبادت میں مصروف رہنے لگے ہیں۔ آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو جمع کیا اور فرمایا: ’’کیا تم میری طرح ہو‘ میرا اللہ مجھے کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی۔ میں نفلی نماز پڑھتا بھی ہوں اور نہیں بھی پڑھتا‘ میں روزے رکھتا بھی ہوں اور نہیں بھی رکھتا‘ میں زندگی کے معاملات میں حصہ لیتا ہوں اور بیویوں کے پاس بھی جاتا ہوں۔ اگر تم اس طرح کرنے لگے تو اللہ تمہاری جگہ ایک اور قوم کو آباد کر دے گا‘ ایسی قوم جو گناہ کرے‘ نادم ہو‘ شرمندہ ہو‘ اور اس سے معافی کی طلبگار ہو‘ استغفار کرے۔‘‘ یہ ہے اللہ کو استغفار سے محبت‘ اس کی طرف لوٹ جانے سے پیار۔ ہم اس کی جانب لوٹتے نہیں‘ اپنے گناہوں پر نادم نہیں ہوتے‘ اس کے نام کی غیرت پر ہمارے چہرے کا رنگ نہیں بدلتا اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہماری دعائیں عرشِ اعظم پر قبولیت کا درجہ حاصل کرلیں گی۔ وہ جو اللہ کے رمز آشنا ہیں‘ انہیں علم ہے کہ اللہ ہم سے ناراض ہے اور اُس کو منانے کا ایک طریقہ ہے استغفار‘ معافی‘ توبہ‘ ورنہ وہ اس بات پر قادر ہے کہ دو عذابوں کے بعد تیسرے عذاب کا بھی اذن دے دے۔

(بشکریہ روزنامہ ’’ایکسپریس‘‘)